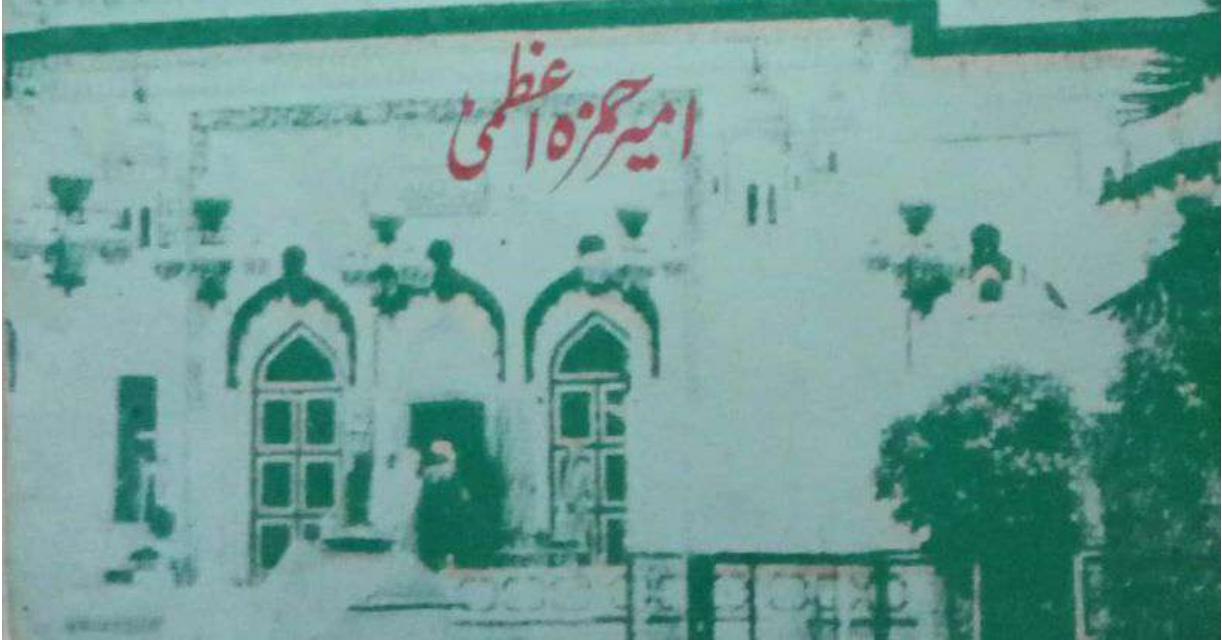


# والاث اور محبت

امیر حکم زہ عظیمی



حضرت سید علی السلام  
 مرد مبارک بالکار رحمہ  
 اللہ علیہ کر حلب سے  
 کس وارثہ کی  
 سین کادی کس اگلی خو  
 کہ ایک سبب بوس  
 گزرتے ہیں اپنے دلت کی  
 کامل دری خالم با خل  
 ولی فضل جو خل  
 سلسلہ حضرت عبداللہ  
 شاہ شہید رحمنہ اللہ  
 علیہ سے ہیں لیکن اسرا  
 صدر گراجیں ہیں ان کا  
 مزار ہے  
 بہ کام وارثت پاک علام  
 موار عظیمہ اللہ ذکرہ کیم  
 حکم ہر کتاب کا اس کام کو  
 کوئی داریں اپس جانب  
 مسوب گر کیے تو ہیں  
 حکم مرشد کا اور تکلیف نا  
 کرست اگر کوئی ہیں  
 شخص ہے کہیں کیے لس  
 نیہ ہیں حق ایک بیان نو  
 مل لیجیے گا کہ بہ  
 حضور یوں ہے علام کا  
 کام ملاس گرنا ہے ہیں  
 مرشد کے حکم کے  
 تعصیل گرمائیں ماں کے  
 معزیف اور وادہ ولی وصول  
 گرنا

مردیہ میر بخش سب  
 داریں ہر حکم مرشد کے  
 لشاع لازم ہے حضور  
 بولیے اور وادہ ولی سے ہر  
 ہو زکریں شکریں



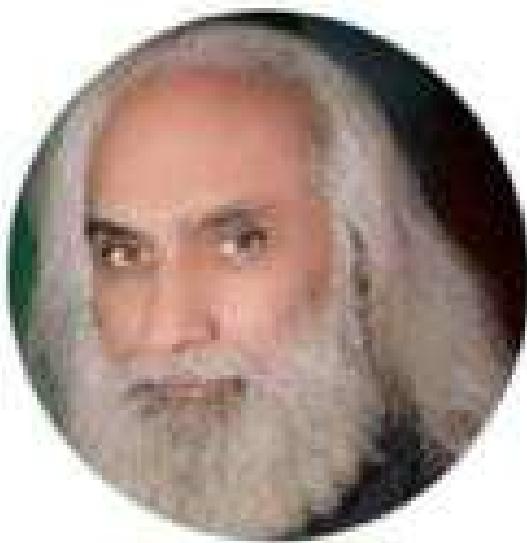
(رحمۃ اللہ علیہ) میر بخش سب میر بخش میر بخش میر بخش میر بخش



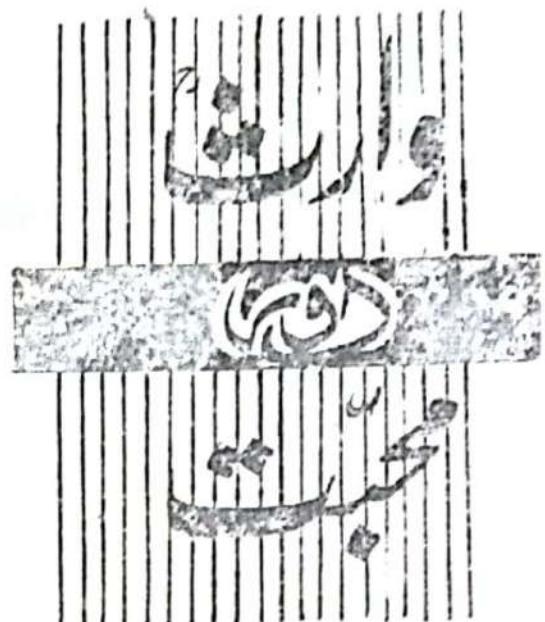
واثق اور حبیت

امیر حمزہ عظیمی

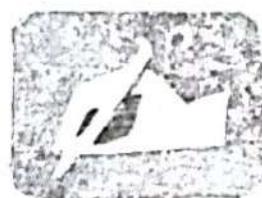
# حوالو ارش



سید راحیل شاہ وارث اور کوئی مذہبی لاہور  
والے جو دیوبندی شریعت کی الائچیریگی سے نایاب  
کتب وارثیہ لائے اور انکی وجہ سے ہمیں یہ  
کتب میر آپس جیسے جیسے وہ کتب ہمیں ارسال  
کرتے رہیں گے وہ بے ہی ہم آپکی خدمت  
اقدس میں پیش کرتے رہیں گے۔ اللہ انکو  
جز ائے خیر عطا فرمائے۔ آمين



سلسلہ مطبوعات دارث اکیڈمی



# امیر حمزہ اعظمی

تحریکیں  
محمد رضا احمدی  
افغانیال فیاض

## جشنِ حقوق بحق معلقان اکفونڈ ہیں

سنسن اشاعت سبھر ۱۹۹۷ء

مصنف	امیر حمزہ علی
لخیص	محمد سید احمد
مرتب	افتخار نیاض
کتابت	قرالدین انصاری
طباعت	اردو پرنسپل پرنسپل
ایڈیشن	پہلا
پڑبہ	۱۵ اگر روپیہ

بے اختمام

وارث اور ہلکی شنز کے ۱۱۱ بارہ بھی

منے کے پتے

ایس ایس ساؤنسز ویز شوکت علی وارثی حافظانی شیرنی فروش

آستانہ روڈ - ریلوے شریف	نیز آستانہ گیٹ
دہلی شریف مالہ بھی	دہلی شریف بالہ بھی

## بھکر کھدا اللہ

وہ جو گئی کہت توں میں اُنہوں نے لفظی ہواں کے جھوٹکے بھرتا ہے  
وہ جو بار بانوں کی دھمکیاں اڑ جانے پر فینوں کی سہنائی کرتا ہے  
وہ جو دالدین سے بچھڑ جانے والے بچوں کی طرح بے سہاروں کا سہارا بھوپل ہے  
وہ جو اس وقت تک اس دنیا کو قائم رکھے گا جب تک ایک بھی بھت کرنے والا  
دنیا میں رہے گا۔

## اُس کے نام سے

یہ گناہ گار اس تحریر کا آغاز کرتا ہے — کہ اس نے بنا  
کسی درثوابت کے اور بنا کسی اپیل کے اس ناچیز کو محبت کرنے  
والوں میں پسیدا کیا۔

پیش فریض کا گزار کی محض اسی انفرات کے شکر کے لئے پوری زندگی  
ناکافی ہے کہ "جب ہم پیدا ہوتے تو ہمارے کان میں اذان دی گئی"

ہوا، پائی، چاند، سورج، آسمان و زمین بنانے والے پروردگار کی قدم

قدم پر پھیلی ہوئی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کریں ۔

جہل کے اندر ہیروں سے علم کے اجالوں کے اور لے جانے والے ۔

علام الغیوب کی کن کن نواز شات، کی حمد کریں۔ لاشوری سے سور آنکھی کی سمت پہونچانے والے خالق مطلق کی کن کن، عطاوں کے نفعے گائیں ۔

نقش و نقاش، خط و خطاط، ذات و صفات، آدم و آدمی، دنیا و دنیا، حدیث

وقدم، زمین و زماں، ہستی و فنا، سب پر قدرت رکھنے والے قادر کی ایسا

کن نواز شوں پر سر دھینیں ۔

ہم ہمیں تھے ہمیں وجود بخشنا، پھر ہمارے وجود کو سورت سے ہمکنار

کرے گا۔ پھر زندگی دے گا اور اپنی طرف، بلائے گا۔ ہم را و محبت سے اختلاف

کریں تو کیسے کریں ۔

قدم قدم پر ٹھکاری رہنا کی کرنے کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا ۔

دنیا کو مثالاً کے بنایا ۔ بنابنا کے مٹایا کہ تمیں راہِ حیات کے تعین میں ہو توں

کی فراہمی ہو ۔ حق کی بیجان، ہد، محبت کا ادراک، ہد ۔

پھر ہماری ذات، ہمارے ہی احتساب سے غفلتوں کی نمائشوں میں

ڈوبی ہوئی گیوں ہے ۔

# آج ”

الفرادی طور پر اپنی اپنی ذات کے عدم اعتساب اور بہت شباتی کا تھا  
کے عدم اسکس اور سب کچھ پر خود قابض ہو جانے کے عین ذہبے پر میدا  
ہونے اور پروان چڑھنے والی انفرمیں ان نیت کو باہمی محبت کے عین ذہبے سے در  
لے جا رہا ہے ایسے دنیا کے تحریات و حادث ایسے میں ہیں بزرگوں کی تبلیغات  
اور ان کی بے لوث مصلحتیانہ خدمات کی یاد رکھتے ہیں۔ جیسا چاہتا ہے کہ ان کی  
تفیلیہات ایک ایک کو بتائی جائیں۔ اور ان سے کہا جائے کہ براۓ کرم ان دو  
دوسرے تک پہنچا میر کہ شاید بندگان خدا ان را ہوں کو اختیار کرنے غرتوں  
کے خلاف ہفت آٹا میں وہ مقام بنایں، جو عالیش نمودیں چونچ سے پالا۔ کے  
قلبرے ڈالنے والے پزدلوں نے حاصل کیا تھا۔

کہاں یہ گناہ ہنگار۔ اور کہاں یہ علی مقام کہ بندگان خدا کو محبت کی  
ترغیب دی جاتے۔ لیکن بہر حال یہ یقین ہے کہ جو کفتوں اور جو سلسلہ کلام  
اور جو تحریک اندھے کے برگزیدہ بندلوں سے جڑتا جاتے اُنہوںکی رحمت سے نیک  
نتائج کی دالی ہوئی ہے۔

”وارث اور محبت“ کوئی تقسیف نہیں ایک ایسی کوئی مشمش ہے جو  
اپنی بات دوسروں تک پہنچانے سے عبارت ہے۔ اب تک جو کتابیں اس  
سلسلہ میں نگاہ سے گذریں وہ بہرست اپنی وجہ کے اپنا مقام رکھتی ہیں اسیکو  
آن کے ارزو کے میراث تقسیم اور خود ہماری قوم میں اردو کی قیام کے تجھے ان نے

ان کتابوں کو کھٹک گردانا ہے یعنی وہ قاری کے ادراک و فہم سے بالا نہیں ۔  
زیرِ نظر کتاب میں دستیاب قریب قریب ساری کتابوں نے ان اقوال کے  
سلسلے میں اسنادہ کیا گیا ہے جو حضرت حافظہ حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ  
سے منسوب ہیں ۔ اور عشق و محبت سے متصل ہیں ۔

ہم بحیرہ ریس سے سند و مستانی ہیں کے سیاسی حالات کے لیے منتظر ہیں ایک  
تصویر کو جو محضر تصور کی حد تک ایک عرصہ دہنے سے ابتدئے اور آپ کے سچی کے  
پیشہ زندگوں کا موضوع پاتے ہیں اور ہماری آزادی کی تاریخ دا ڈرامہ پریتائی  
ہے کہ اس تصویر لفظی کا کتنا بڑا فائدہ کچھ نہاد سیاسی جماعتیں کا حاصل ہو  
رہا ہے ۔ اس تصویر کی تحقیقی داع غیل اور روحاں ابتداء ہیں سے ہوتی  
ہے یہ بڑے مطالعاتی تحریک کے بعد بڑے وثوق سے اور بڑی ذمہ داری کے  
ساتھ یہ تحریر لکھنے والا لکھتا ہے ۔ کہ آج کے درمیں "تو میں یہ تھی" کا  
لکھنے کو بلطف، تو یہ تحریر کتاب، کچھ تقریبات، کچھ سیاسی منشور اور کچھ ایکروں کی لفظی  
باری گردی میں چارے کے طور پر استعمال ہو رہا ہے ۔ دراصل اس کو عملی  
تحقیقی اور روحاں وجد اس وقت ملا جب حضرت حافظہ حاجی وارث علی شاہ نے  
تصویر کے روحاں جسکے اسی ہرمند ہب و ملت کے لوگوں کو سمجھ کر اسی  
محبت کی پائیں گے اور باہمی یہ گانکت کے بہت سی دوریوں کو ختم کر دیا ۔ بہت  
سی خلیجیں پڑ گئیں ۔ چنانچہ سرکار وارث علی شاہ کے عقیدت مندوں  
صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہرمند ہب و ملت کے لوگ پاتے جاتے ہیں اور یہ

جاتے رہیں گے۔

ہمارے ملک میں قومی پچھتی کی ضرورت جس قدر ہانی میں رہی ہے آج اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ کل تک تمیں غیر ملکی غاصب و قابض عناصر کو ملک بدر کرنے کیلئے فرقہ دارانہ یکتا ہوتی کی ضرورت تھی لیکن آج ملک کے اندر پائے جانے والے ان اجزاء سے معاشرہ کو پاک کرنے کے لئے قومی پچھتی کی شدید ضرورت ہے جہنوں نے نفرتوں کے زہر پھیلایا کہ ملک کے طویل کو آزادہ کرنے اور پچھوٹگراہ ہو جانے والے اجزاء پر اپنی برتری قائم رکھنے کے جذبے کے محبت کام کرنا ایسا شیوه بنار کھا ہے۔

یہ سریکھنے والا جانتا ہے کہ جن لوگوں نے نفرتوں کو شوار بنار کھا ہے وہ محبت کی گفتگو سنتے ہی نہیں ۔ لیکن ساتھ ہی یقین بھی رکھتا ہے کہ محبت فائدہ مکاں ہے اور بہر حال فتنے سے حاصل ہو کر زبردست ہے اور اسی یقین کے ساتھ نینظر کتاب اپنے ہوا لے ہے۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ خدا ہمیں جانے کب کس کی کوئی سماں بھلائی گوئی ہی اچھی ہے کوئی شمش پروردگار کو بھا جائے اور اسے بخشش و عطا سے نواز دیا جائے۔ اس کتاب کی تحریر میں یہ آرزو یہ مقصود یہ تھا یہ امید کار فرمائے کہ شاید جنمتوں والا اس گناہ گاری کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے اپنے کچھ بندوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنادے۔

# سلام

ابیر قافلہ انس و بار سلام علیک  
حضور وارثہ لاوارثان سلام علیک

زمین فقری کے اے آسم سلام علیک	ایں دولت عبود رہنا بھسا بند غم
سکون قلب بھف سامن سلام علیک	دی پھور پہ ملتی پسے دولت کوئیں
غم آشناۓ دل نیکاں سلام علیک	کوئی بھی آپ کے دست پھر ان ظالیٰ ہاتھ
بہارِ خلد کے رو ج روان سلام علیک	شار زلفیں پندرہ شکنہنگر گلات
ہر ایک پر نگہ ہرباں سلام علیک	ہمیں ہتھ نہ بیٹھ لت کی تید کوئی یہاں
میقیم و ساکن دار الامان سلام علیک	خدا نے زندگی جاوداں عطا کروی!
کمال آپ کا ہے بے گداں سلام علیک	قصورات کی دنیا بھی ہو گئی آباد...

امیدوارِ کرم ہے امیر حرم سرزہ بھی!  
قبول کجھئے شاہِ شہماں سلام علیک

## خالقِ محبت کے نام سے

لفظ "محبت" شناخت کا محتاج نہیں، ہاں تشریع کا محتاج ضرور ہے اور ہر دور میں اس کی تشریع کی جاتی رہی ہے۔ عام طور پر لفظ محبت ایک فسرے کی پندریگی اور چاہت کے مفہوم میں شامل ہے لیکن یہ اسلام مجازی ہے۔ حقیقی محبت کی حقیقی تشریع ولقريف محال ہے۔ محبت حقیقی ہو یا مجازی واردات قلبی سے عطا ہے۔ محبت مجازی جمال ہوش ربا کے دیدار کا سودا اور جنون (جو بہر حال ایک جنہیں کہ ہوتا ہے) ذہن و دماغ میں پیدا کرتی ہے جبکہ محبت حقیقی وہ ہے کہ روح جمال حقیقی کے شاہد کے لئے ترپنے لگے۔ اس کو اور واضح طور پر یوں سمجھو لیا جانا زیادہ بہتر ہے کہ محبت مجازی انداز اور مقصد برآمدی کے لئے ہوتی ہے جبکہ محبت حقیقی غرض، لوث، طمع، حرص، خوف، طلب سے پاک فلزم اخلاص میں ہبایا ہو اور مقدمہ اور پاکیزہ جذبہ اور واردات قلبی ہے کہ عاشق کو دنیا و ما فیہ سے بے نیاز کر کے نجوب کے تصور اور دیدار جمال حقیقی کی طلب میں ڈبو دیتا ہے یعنی

عشق کوٹ کے بھی قابضی — نیستی کا بھی اعتبار نہیں  
محبت کے سلسلہ میں شاہراہ سلوک و عفار کے تیزگاموں کا نظر یہ ہے کہ محبت

اعظیہ و ہبی اپنے یہ کوشش، جدوجہد اور کسب سے نہیں بلکہ قدرت کے فضل  
سے حاصل کردہ پروردگار کا عظیہ ہوتی ہے۔

محبت در دنداں جہاں کو بخشی جاتی ہے  
یہ نعمت کسب سے حاصل نہیں ہوتی جہاں الٰ

لفظاً محبت کی اساسی معنویت کا حرف آغاز پر پروردگار اور فرشتوں (فرشتوں)  
کے اس مکالمہ سے واضح طور پر ہوتا ہے جب خداوندار ان وسماں فرشتوں کو...  
اپنے خلیفہ کی تخلیق سے آگاہ کرتا ہے اور فرشتے خالق کوں و رکاں سے کہتے  
ہیں کہ پروردگار "ہم تری حسد اور پاکی بیان کرتے ہیں پھر ایسوں کی تخلیق کیا یہ  
ضرورت ہے جو فساد پر پاکیں اور خوب خواہ پھیلائیں۔۔۔ فرشتوں کے اس قول  
کے جواب میں رب ہر دن جہاں فرماتا ہے کہ "میں چانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔

واقعی فرشتے نہیں جانتے تھے کہ محبوب حقیقی نے اپنے محبوب کی بعثت  
کا فیصلہ کر کر کھا تھا جس کے لئے کائنات کا وجود، مدد و انجام کی انجمن آرائی، ارضی  
سماء، کی تنصیب، انسان کی تخلیق، قلم کی تعلیم، سُنم و شیر کی صفت، سیدان، آسمان  
کی رفعیں، زمین کی دیسیں، میکت ہوئے گل و گلزار، چاند ایسیں پر خوار نہیں  
سینروں کا سیوم، بعضوم پریزادوں کے کاشانوں کی طرح روشن ستارے، خود  
نکھلتی میں بھیگی ہوئی سبل و ریحان کی زلفوں کو سزاری ہوئی سرشار ہوائیں ہست  
اور اوری اوری گھٹائیں، چند پرند، بناں و جمادات کی تخلیق، جن و اس کی  
حیات آرائیاں سب مقدر ہو چکی تھیں۔

خالق ارض و سما کی جانب سے فرشتوں کو آدم کی تسلیمی سے آگاہ کرنا اور  
 اس کی اشرفتی و برتری کے ثبوت فرائیم کنار جملہ و حیم کی جانب سے اس محبت کا نظاہر  
 تھا جس کی خلافتی کی ذمہ داری مستقبل میں انسان کے کندھوں پر آنے والی تھی<sup>۱</sup>  
 اور پھر اسی موقع پر محبت کا پہلا امتحان عملی ہیں آیا جب پروردگار نے فرشتوں  
 کو حکم دیا اس بحسب نہ الادم — آدم کو سجدہ کرو فَسَجَدَوا  
 تو سب نے سجدہ کیلے — إِلَّا إِبْرَيْمُ — لیکن ابیس نے سجدہ نہیں کیا  
 ابیس جو معلم الملکوں تھا خدا کی پاکی بیان کرنا اس کی تقدیس میں مصروف ہنا اس کا  
 شغل تھا لیکن تحقیقی محبت کے امتحان کے وقت اس سے ناکامی ہوئی کیونکہ محبوب کے  
 حکم کی تعلیم میں عاشق کے لئے قبول و قال، چوں چڑا اور اگر مگز کیا — اس کا حکم  
 پورا کرنا ہی تو محبت ہے اور اس میں اس بات کی کوئی تینجاں نہیں کہ چونکہ بن  
 صبورہ صرف رب العلیٰ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ساری  
 پیشائیوں کے سارے سجدے ہے صرف اور صرف اسی کے لئے ہیں لیکن  
 اگر مسجد خود کسی کو سجدہ کا حکم دیتا ہے تو کویا یہ ایک سچے عاشق کے لئے محبوب  
 کا حکم ہے اور اس حکم کو پورا کیا جانا ہی تحقیقی محبت ہے۔ اس بات کو بت  
 ہی سادہ اور صاف انداز میں سیدنا حبی وارث علی شاہ نے اس طرح فرمایا۔  
 ”شقی میں ترک ہی ترک ہے — عاشق وہ ہے جو رضا و تسلیم میں ثابت

فَارِمَ الْمُسْبِتِ“

پروردگار کی جانب سے لئے جانے والی محبت کے پہلے امتحان میں غازیل

ناکام ہو گی کیونکہ وہ رضا و تسلیم میں ثابت قدم نہیں رہا اور خدا کا حکم ہمکرا کر  
 نافرانوں کی صفائی میں کھڑا ہو گیا۔ نفترتوں کی تبلیغ و ترویج کو اس نے اپنا  
 شیوه بنایا۔ اور طاغونی قوتوں کو منظم کرنے کی سازشوں میں مصروف ہو گیا  
 پروردگار نے جب جب اس کو حدود سے تجاوز کرتے پایا۔ تب تب ان  
 قوتوں کی صفائی کی جو براہیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ عزازیل نے پہلا  
 نشان حضرت آدمؑ کو ہی بنایا جس کے نتیجہ میں وہ جنت سے نکالے گئے کائنات  
 نفرت اور محبت کو اپنے ہمراہ لے کر اپنی ارتقائی کی طرف گامزن ہوئی۔ جب نفرت  
 اور محبت کے مناظر کا مشاہدہ کرتی ہوئی دنیا اس موڑ پر پہنچی جب حضرت اور یسوع  
 علیہ السلام اپنے فرزندوں سے جب داہوئی اور وہ ان کی محبت میں تحریر کے کاموں  
 پر سبکر کرنے لگے۔ تو نفرت کے خائدہ عزازیل نے ان کی محبت کو ایک عجیب نگ  
 دیے کافی حلہ کیا وہ آئی اور یسوع کے پاس آیا اور محبت بھرے ہجھے میں سمجھایا کہ  
 مجھ سے دیکھا نہیں جاتا کہ تم باپ کی حب دائی میں آٹھ آٹھ دن آنسو بہاؤ اس نے  
 تمہارے والد کا ایک مجسمہ بنادیتا ہوں اس طرح تمہارا غم غلط ہو گا تم اپنے  
 باپ کو دیکھ سکو گے اور ان کی پزیرائی کو سکو گے۔ پھر اس نے حضرت اور یسوع  
 کا مجسمہ تیار کر دیا جو ہوبہ حضرت اور یسوع جیسا تھا، صرف گویاں سے محروم تھا۔  
 مورخین لکھتے ہیں کہ وحدت کی شاہراہ پر چلنے والے آدم کے بیٹے اس مجسمہ کی پوجا  
 کرنے لگے اور حق و باطل کی باقاعدہ صفائی کا آغاز ہو گی۔

آدم کے بیٹے عزازیل کے جال میں اس بری طرح الجھے کا نافرایاں ان کا

ویژہ ہو گیں اور انہوں نے پروردگار کی جانب سے ہدایات کے پیغام لے کر آنے والے حضرت نوح علیہ السلام کو دعوت و حدت کے جواب میں زد و کوب کیا، خود حضرت نوح کی بزوجہ نے انہیں پاگل گردانے ہوئے لوگوں کو ترغیب دی کہ انہیں ماریں پیشِ رب کی محبت میں سرشار حضرت نوح نے جب یہ سنات تو آسمان کی سمت منہ کر کے اپنے خلیفہ کی حیثیت سے انسانوں کو پسید کرنے والے خالق کائنات کو پکارا اُن مَخْلُوقٍ فَانْتَصَرْ ۔۔۔ جب تسلی امیں بھیجے گئے اور انہوں نے پروردگار کا پیغام دیا کہ دعا کرو اللہ قبول کرے گا۔ طوفان نوح آیا اور نفرتوں کے پرستاروں کو پہلے گیا۔

دنیا اپنے ارتقاء کے سفر پر گامزن رہی ۔۔۔ پروردگار نے جب دیکھا کہ نفرتوں اور محبتیوں کی راہوں پر چلنے والوں کے تناسب میں پھر غیر معمولی فرق آگیا ہے اور طاغونی اجزاء غالب آرہے ہیں تو پھر ان پا پیغامِ محبت دنیا کی طرف اسال اور حضرت ہند نے یا قوم اعبد و اللہ ۔۔۔ کا پیغام سنایا لیکن صرف ستر افراد ہی ان کے پیغام پر بیکٹ کہنے والے ثابت ہوئے باقی کو پروردگار نے سزا یاب کرنے کا فیصلہ کیا اور قوم عاد کے موجودات کو کھجور کے کھوکھلے کھنڈ کی طرح اکھڑ پھینکنے والی ہواں نے نافرمانوں کو نابود کر دیا۔

دنیا منزل کی سمت روں دراں رہی ۔۔۔

سُبک رو روحانی قولوں کے مقابل میں عزازیل کی ریشمہ دوائیوں نے ایک ایسے طاغونی وجود کو تاریخِ عالم کے حوالے کیا جس نے نشہ قوت و اقتدار

میں اعلان کیا کہ "میں فدا ہوں" واقعہ فریود مانے لکھا ہے کہ وہ کان میں نیز  
لگا کر کھاتا تھا کہ اگر آن میں کوئی دوسرا خس ابھے تو میں اُستے قتل کر دوں گا۔  
پروردگار نے عشق کو بے خطر آگ میں کو دتے اور تلاشِ حق کے لئے اپنے نہ  
کی بیٹے جینی اور راغبِ ارب دیکھنے کا فیصلہ کیا۔

ایک دن نمرود نے اپنے مشیر ان ملکت اور ستاروں کی چال پہنانے  
والوں پر مہال کی حمول اڑتی دیکھی بسب معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ بالطل کونا بور کر  
دیکھنے والا آرہا ہے۔ نمرود نے اعلان کر دیا کہ یہ لوں کو شوہروں سے دور کر دیا  
جائے۔ — نفاذِ حکم کے باوجود نمرود کے خادم خاص کو پروردگار نے وہود کا ذریعہ  
بنایا۔ — نمرود کے ستارہ شناسوں نے خبر دی کہ وہ ہو گیا ہے جسے آپ نہیں  
ہوتے وینا چاہتے تھے۔ نمرود نے حاملہ خواتین کے سچوں کو دلارت کے پہنچنے  
کر دیئے کا حکم دیا۔ سچے قتل کئے گئے لیکن مادر ابراھیم نے اپنے افسوس  
کی پروردش ایک غار میں کی۔ اس لفہنال میں ایک دن اپنی ماں سے بڑا ہی  
سوال کیا کہ "اے ماں میرا رب کون ہے؟" ماں کے جواب نے اس مخصوص  
کو بطمین نہیں کیا ایک دن رہ مخصوص جب غار سے باہر نکلا اور آسمان پر ٹکٹائے  
ستاروں کو دیکھا تو ہو چا شاید یہ میرے رب ہوں لیکن جب وہ چھپ گئے  
تو اکر مخصوص نے اپنا فیصلہ بدل دیا کہ جو چھپ جائے وہ میرا رب نہیں ہو  
سکتا۔ پھر اس ایک نجماہ جانز بریڈی اور وہ پیڑا کر شاید یہ میرا رب ہے لیکن

جیسے دو بھوڑے بھی تو مصوم کا دل روشن لگا۔ اس نے پروردگار سے  
پوچھ کی، ماہاگ پھر سے سورج نظر آیا وہ بے ساختہ بول اٹھا بہڑا ہے  
یہ سر اب چونکہ یکن جب سورج غروب ہوا الو حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کے  
شہر کی نفی کی اور کہا کہ زمینِ رامان کے خالق کی طرف رخ کرتا ہوں میں  
شک کرنے والوں میں نہیں۔ اور — پھر وقت نے عکاش  
محبوبِ حقیقی کو طاغوتی قوتوں کی نفی کرنے کے تجویز میں آتشِ نمرود میں بے خطر  
کوئتے دیکھا۔

”آنکھوں پر ٹھی باندھ لیجئے ابا حضور کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹے کی محبت خالقی  
ارضی دستہار کے حکم کی تسلیم میں رکاوٹ بن جائے“ یہ جملہ حضرت ابراہیم  
کے فرزند حضرت اسماعیل نے اس وقت ادا کیا جب حضرت ابراہیم پامتناں۔  
محبت کی ظہری آئی اور پروردگار کی بانیتے اپنے عربی فرز، کو لاہ خدا میر قبران  
ڈردیئے کاشاہہ ہل۔ پروردگار اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے،  
لابتک ابراہیم رب نبکھا دیت فَأَتَمَّ هُنَّ ابراہیم کو بہت سی آنکھوں  
میں ڈالا گیا تب میں زدہ کامیاب ہے لہذا بیٹے کی قبرانی کے مقام کے موقع پر  
انکھوں نے ان ساری احیت اطلوں کو سلوک نظر کیا اگر بیٹے کی محبت نہ اپنے آنے  
بلکہ اپنے زد بیٹے کی محبت غالب ہے آسکی۔ یکن پروردگار کی بندے  
سے محبت اپنا کام کر گئی — حضرت ابراہیم کا چھر راجب کا رسالت

سرشار ہوئی اور حضرت ابراہیم نے آنکھوں سے پٹی کھولی تو پتہ چلا کہ محبت کا  
امتحان لینے والے نے حضرت اسمیل کی جگہ ذبح ہونے کے لئے ایک دن بڑے سال  
کر دیا تھا اس طرح حضرت ابراہیم محبت کے امتحان میں کامیاب ہو گئے .. اور  
محبوبِ حقیقی نے ان کی اس ادا کو رہتی دنیا نک کے لئے ایک نمونہ بنانے کا  
فیصلہ کیا اور اسلامیان پر اس ادا کی نقل لازم قرار دے کر عَزْتِ خلیل اللہ  
کو زندہ حبادت بنا دیا۔

---

اگر باپ کے کاندھے بیٹے کا جنازہ اٹھاتے ہیں تو بڑا بوجہ محسوس ہوتا  
ہے دنیا میں اس انداز کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن اگر باپ کے ہاتھوں  
بیٹے کو ذبح کرنے کا مسئلہ درپیش ہو ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑا  
امتحان ہے۔ اس امتحان کے نقطہ عروج سے قطع نظر یہ بھی ایک بڑا امتحان  
ہے کہ بیٹا نہ ہو مگر آنکھوں سے اوچھل کر دیا جائے۔

لمحہ لمحہ بیٹے کی یاد میں تڑپ تڑپ کر انتظار کی گھر بیاں گئنے والے باپ  
کی تڑپ کے توالہ سے خالق موجودات نے ہم پر بودا تعالیٰ منکشف کئے ہیں  
اور قرآن نے جسے الْخَسْنَةِ الْقِصَصِ کا عنوان دیا ہے اس سے ہمیں ..  
پروردگار کی بندے سے محبت اور اپنے عاشق کی معمولی لفڑش کی سزا  
کا انکشاف ہونے کے ساتھ ساتھ عشقِ حقیقی کی ان منازل کا ادراک ہوتا ہے  
جہاں عقلِ محیٰ تماثرہ جاتی ہے۔

اسلاف تکھتے ہیں کہ ایک بھوکے سائل کی طرف سے نادانستہ بے توہبی  
کی سزا پرور دگار نے حضرت یعقوبؑ کو اس انداز میں دی کہ ان کی محبوب ترین  
اولاد کو ان سے جبرا کر دیا۔ اس اولاد کو جس کے حسن و جمال کے دیدار میں نبو  
ہو جانے والیوں نے اپنی انگلیاں تراشش لیں جس کے جمال نے زیجہ  
کو ہوشش سے بیگناہ کر دیا۔ وہ پرتوں میں حقیقی جس کا اول پوری دنیا  
کے خزانے نہیں بن سکتے تھے۔ مصر کے باندار میں نیلام ہوا۔ واقعات  
کی شہادت کے مطابق حضرت یوسفؑ کی پریشانیوں کے ذمہ داروں کی رگوں  
میں بھی حضرت یعقوب کا ہی آہو دوڑ رہا تھا۔ جنہیں طاغونی قوتوں کے  
نمایاں نے بغض و حسد کے حصار میں لے کر بھائی کی درباری کا وسیعہ  
بنایا تھا۔ جب حضرت یوسفؑ کو وہ سورج فرما ہم ہزا جہاں انسان کو  
انتقام۔۔۔ بیا۔۔۔ معافی کا اختیار ہوتا ہے تو حضرت یوسفؑ نے  
معافی کو وظیفہ بنایا۔

قرآنیہ حق تکیے رحمٰن و رحیم نے جب حضرت یونسؑ کو دنیا میں  
بیجا انھوں نے چالیس سال تک بندگانِ خدا کو خدا کی طرف بلا یا وہ  
نہیں آئے تو حضرت یونسؑ نے پروردگار کی ارضی کے بغیر اپنی قوم کو پھوڑ کر  
ہجرت اختیار کی۔ ان کی یہ لفڑش محبت حقیقی کے اصولوں کے منافقی بھی  
پروردگار نے انھیں سزا یا بکیا اور ہم دون تک تھتلی کے پیٹ میں قید کئے

گئے۔ لیکن جب درد بھرے ہیجے میر انھوں نے محبوبِ حقیقی کو پکارا تو رحمت خداوندی نے انھیں موافق عطا کر دی اور فرمایا ان یوں شس

### لَعْنَ الْمُرْسَلِينَ

ربِ دُوْجَهَاں نے فرشتوں کو صرف عبادت کے لئے بنایا۔ ان کی زندگی میں غمِ روزگار نہیں پڑیا یہوں اور آسانیوں کے مراحل نہیں، معاش کی فکر نہیں۔ جبکہ انسان کے کاندھے پر دنیا کے مسائل کے ساتھ ساتھ محبوبِ حقیقی کی تلاش اس کی محبت و عبادت کی ذمہ داری رکھی گئی ہے اور اسی لئے اسے تمام مخلوقات پر برتری حاصل ہے۔ محبت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بندہ آسودگیوں سے مالا مال ہو تجھی محبت کرے، انہوں کے اچوم میں محبت سے پہلو ہتھی کرنے لگے۔ پناہ چہ جب ملائکہ نے کہا کہ حضرت ایوب علیہ عبادت اور اظہارِ محبتِ شخص اس وتبہ سے ہے کہ پورا رگار نے انھیں اپنی بے شمار نعمتوں اور آسانیوں سے فواز اہے۔ تو

رب نے فرشتوں کو دکھایا کہ "مشوق کی عطا ہو یا جفا عاشق کے لئے راز ہے" عاسق نہ تغریف سے خوش ہوتا ہے نہ ملامت سے رنجیزہ۔

ربِ الفرشت نے حضرت ایوب سے آسانی سیں جھیلن لیں  
مال و دولت سے خرد ہر دیا، اولاد چیزوں کے بیچے رب کہہ لائے ہو گئی۔ اور  
چالیس ہزار کی تعداد میں مجھ پڑھ کری با تھی گھوڑیے اور نٹ گائے بیل مولیشی  
مر گئے۔ حضرت ایوب محبوبِ عبادت تھے جب انھیں خبر دی گئی کہ تمام

ہمان گھر لے واٹتے سب جل کر خاکستر ہو گئے ۔ اور کچھ باقی نہیں بچا ۔  
 آپ نے فرمایا شکر ہے ابھی جان باقی ہے ۔ پھر صحت کی نعمت بھی تھیں  
 لی گئی اور اٹھا رہ سال تک امراض میں گرفتار ہے تمام جسم میں کھیرے  
 پڑ گئے خوبیش و اقرب بالفروغت کرنے لگے اور ایک ٹھاث میں پیٹ کر انھیں  
 گاز سے دور کر دیا گیا لیکن پورا دگار کے شکر کے کلمات سے رطب  
 اللہ ان رہتے اور خدا کی ادائی ہوئی تکلیف اتنی پیاری تھی کہ اسلاف لکھتے ہیں  
 ایک دن ان کے جسم کے کچھ کھیرے زمین پر گرد پڑے ۔ تو ۔ انھیں  
 الھا کر پھر پنے جسم پر لکھا ۔ حق تعالیٰ نے فرمایا  
 إِنَّا وَحْدَنَا أَصْنَابُرَأْنَعْمَ الْعَبْدُ هُوَ أَبْتَهَ أَوَابَةً

شارط مانع تی ہر دریں شعلہ بن جانے کی فکر میں رہا ہے ۔ لیکن  
 رحمانی انصیا پاٹیوں نے اسے ہر دری میں ناکام کر دیا ہے ۔ اور کہیں کہیں  
 واقعیات کی طرف آفرینی بتائی ہے کہ رحمانی قوت مانع تی عناد صرے اس طرح  
 کھیلاتی رہتا ہے جس طرح پھری کا شکار ہی اپنی کا شکار کرتے وقت پھریوں سے  
 کھیلتا ہے ۔

### چنانچہ

مانع تی نہ استدھر فرعون نے جب اپنے کو خدا کھلوا یا تو قدرت  
 ایک پیچہ کھیل کھیلنا اور نہیں کیا کہ

کل اجوبہ پر دن کرے گا تجھے کو گھر سکر پانی میں ۔۔!  
 غور سے سُن وہ تیری ہیں آنحضرت میں پلنے والا ہے  
 پڑا پڑھضرت موسیٰ فرعون کے گھر میں پکے اس کی ڈارِ صنی سے کھیل کھیل  
 کر باہوش ہوتے اور پھر ایک دن یہاں مسلمان کر کے ایوانِ فرعون میں زلزلہ  
 پیدا کر دیا کہ —

### ”آنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ“

حق و باطل اور محبت و نفرت کی جگہ باری رہتی اور قدرت کے  
 بوجب آخر کار ایک دن خدا تعالیٰ کا دل ٹوپی کرنے والے فرعون کو گھر پانی  
 میں غرق ہونا پڑا۔

محبت میں بیتا بی اور دیدارِ جمال ہو شریبا میں عجلت کامظاہرہ دور  
 مذہبی میں ہوا جب عشق کے ذوق و شوق میں عاشق بحوب حقیقی نے دیدار  
 جمال کی ضد کری۔ حضرت موسیٰ نے کہا —

### رَبِّ أَرْيَنِ اذْنُكُلُّ الْبَلَكِ

لوگ خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں دیکھ کر اسے پوچھنا چاہتے ہیں —  
 لیکن — وہ خدا ہقا کیا جسے ہر کس دن کس سمجھتے اور گزے پائیوں سے  
 وہ بور پانے والا انسان اس کا جلوہ دیکھنے کی تابیہ کھھے۔

پسغیر خدا حضرت موسیٰ نے رب کو دیکھنا چاہا اور اپنی اس حضرت پر

چل گئے — رب نے تکلی دکھانی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور نظرت  
مردی بے ہوش ہو کر گرتے

اظہارِ محبت کے لئے زبان و بیان، اسلوبِ تکارش، گفتگو کی چاشنی  
معنی آفرینی، نظرتِ کلام، مرصع عبارتوں، مزمنِ جملوں، خوبصورت کلمات،  
محاسن آفرینی و رعنائی، اداگی تہذیمات اور تکلفات لفظی کی ضرورت نہیں  
محبت و ارادتِ قلبی ہے — اور محبوب و محب کے درمیان قلبی رابطہ  
قلبی طلب اور روحانی تہذیبات سے عبارت ہے —

کلیم اللہ اکرم سے گزر ہے تھے — ایک چواہا خدا  
کی محبت میں ڈوب گا سے پکار رہا تھا — اس کا تمنا تھا اور اپنے مقصود  
جذبوں کا اظہار کر رہا تھا — خدا یا اک تو مجھے مل جائے تو میں تیرے  
ہاتھ دباوں، پاؤں دباوں، تیرے سر پماں شکر کروں — تیری خدت  
میں رات دن ایک کردوں — کلیم اللہ نے چڑا ہے کی یہ گفتگو مشنی  
تو انھیں عصمه آیا — انھوں نے چڑا ہے کو ڈالنا — بیوقوف  
آدمی خدا کہیں تیری طرح انسان ہے جو تو اس طرح کی خواہشات کا اظہار  
کر رہا ہے — چڑا ہا پیشمان ہو کر چپ ہو گیا لیکن خدا انی خاموش  
نہیں رہی — انتہائی رسمیں و حسیم پور دگار نے کلیم اللہ کو ڈالنا —

تو راستے وصل کر دن آمدی ۔ ۔ ۔ نہ براستے فصل کر دن آمدی  
 تمہیں بندوں کو معمود سنتے قریب کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے  
 نہ کہ ۔ ۔ ۔ دور کرنے کے لئے ۔ ۔ ۔

پروردگار نے اذل سے محبت کی بخدا غم بیل، ڈالی تھی اس کی راہ کے  
 جنوں پروروں پر اجسام اور ظواہر پر منتظر تھیں والے چیزوں بھیں رہے ہیں  
 اور ۔ ۔ ۔ ہیں ۔ ۔ ۔ جنوں اپنا کام کرتا ہے ۔ ۔ ۔ عقل اپنا کام کرتا ہے  
 تاہم ۔ ۔ ۔ دل کی حقیقتی واردالتوں کو رہی جانتا ہے بخدا کے قریب رہتا ہے

عاشق کا ایمان رضاۓ یار ہے ۔ ۔ ۔ حضرت وارث علی شاہ  
 عاشق کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ محبوب اس سے  
 کوئی مخالفہ کرے ۔ ۔ ۔ ہم اہل جہاں ہو سکے بندے، رخص کے چنگل  
 میں جکڑے ہوتے لوگ، مجازی محبوں میں محبوب کے ہاتھوں پر آسمان  
 کے ستارے توڑ کر کھدینے کے دلوں کے رہتے ہیں اور اس دُوسرے کے  
 بعد خود کو بڑی محبت کرنے والا راستہ ہیں ۔ ۔ ۔ اگر پیغمبر عاشق سے حقیقتی محبوب  
 کچھ مانگنے تو اس کے لئے یہ کتنا بڑا عذرزاہ ہے ۔ ۔ ۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدلا جاتی ہیں تقدیریں

کلیم اللہ کی محبت نے ضد کی — اور ضد کو کے خدا کا جلوہ دیکھا جس  
 کی تاب نہ لاسکے — انہیں کے زمانہ میں ایک دوسرے عاشق نے  
 بھروسے ضد کی — لوحِ محفوظ کی تحریر بدل دی گئی  
 ایک خاتون نے ایک دن کلیم اللہ سے درخواست کی کہ آپ اللہ سے  
 کلام کرتے ہیں، میں متاکی پیاس کی ایک عورت ہوں میری بھی درخواست پر درگار  
 بک پہنچائیے کہ مجھے اولاد سے خوارزدے — جب کلیم اللہ کو اندھے سے  
 شرفِ ہمکلامی حاصل ہوا اور حضرت موسیٰ نے اس عورت کے دکھ کا ذکر کیا، تو  
 پر درگار نے کہا کہ اس کی تقدیر میں اولاد نہیں ہے — حضرت موسیٰ نے یہ  
 بات اس خاتون کو بتا دی وہ نامسیدہ ہو کر غنوں کی ٹوکری اٹھاتے چلی۔ راستہ  
 میں ایک درویش نے اس سے رو تادیکھا تو سبب پوچھا — اس نے اپنی دکھ  
 بھری راستان سنادی — درویش نے بارگاہ ایزدی میں دستِ دعا  
 بلند کیا تو جواب طاکہ بوسیٰ لوحِ محفوظ دیکھ کر گئے ہیں تم بھی دیکھ لو اس عورت کے  
 مقدر میں اولاد نہیں ہے — عاشق نے کہا اے بارالہ اپنی قدرت  
 سے اس کی گود ہری کر دے۔ فرمان ہوا اس کے مقدار میں اولاد نہیں۔ —  
 اچھا ایک نہیں تو۔ در دیدے — پھر فتحی بڑی جواب ملا — عاشق  
 نہیں مانا۔ اچھا دو نہیں تو تین دیدے — اس کی قسمت میں اچھا نہیں  
 اپنا اٹنچ نہیں تو حچکار دے دے — ”دو ماں نہیں بن سکتی“ اچھا چکار  
 نہیں تو پانچ دیدے — ”وہ صاحب اولاد نہیں بن سکتی“ —

اپنے پانچ نہیں تو چھٹہ دیدے۔ اس کے آنگن میں کلکاریاں نہیں گونج سکتیں۔ اپنے پانچ نہیں تو سات دیدے۔ اپنے اے میرے دوست اب اور بخدا نہ کہ اس سے سات اولادیں عطا کرو گئیں۔ مجبوبِ حقیقی کافر سے رمان ہوا۔

عاشق نے جب مجبوب سے خدکر کے نوشته لوح محفوظ بدلوالیا تو خاتون کو یہ مژده سنایا کہ گھر جا اور پروردگار کی نوازشات کا انتظار کر۔ پروردگار نے اسے اولاد سے نوازنا اور خوشیاں اس کے آنگن میں اترائیں۔ کلکاریوں نے اس کے گھر کو آباد کر دیا۔ اتفاقاً ایک روز کلیم احمد کا گذر زدا خاتون کے پاس نچوں کی فوج دیکھ کر پوچھا کہ یہ بچے کس کے ہیں؟ احمد کی نوازشات ہیں۔ موسیٰ جب احمد سے مکلام ہوتے تھا انہوں نے پروردگار سے اس واقعہ کے روز جانے کی کوشش کی۔ مجبوبِ حقیقی کا حکم ہوا کہ ایک چھتری اور ایک پیالہ اور آدمی کا گوشت لے کر آؤ۔ حضرت موسیٰ تین دن تک گھوستے رہے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اچانک وہی جنوں پر فقیر انہیں ٹا اور پوچھا اے کلیم احمد یہ چھتری اور پیالہ کیسا؟ کلیم احمد نے فرمایا پروردگار کو انسان کے گوشت کی ضرورت ہے۔ تین روز سے گھوم رہا ہوں لیکن کسی نے اس مطالیہ کو پورا نہیں کیا۔ یہ سن کر درویش کا دل جنوں زدہ بیقرار ہو گیا۔ چھتری اور پیالہ کلیم احمد سے لے لیا اور پوچھا جسم کے کس حصے کا گوشت مطلوب ہے؟ اس کی تفصیل تو پروردگار نے نہیں بتائی میں دریافت

کر کے آتی ہوں ۔ ہنگیں دیر ہو جانے کا خدشہ ہے ۔ ایسا کچھ یہ  
بیس جسم کے ہر حصہ کا گوشت دے دیتا ہوں جو مرغوب ہو گا کام آئے گا۔  
یہ کہہ کر درویش نے جسم کے ہر حصہ کا گوشت کاٹ کر پیالہ بھر دیا اور کہا  
اس حکم دیئے ناچیز کو قبول فرمائیے ۔ حضرت موسیٰ گوشت لے کر پور گار  
کے بارگاہ میں پہونچے اور گوشت پیش کیا ۔ ندا آئی اے موسیٰ  
اسی درویش کی دعا سے اس خالتوں کو سات بیچ عطا کئے گئے ہیں جس نے  
اپنا گوشت تہیں دیا ہے ۔

پور گار کی جانب سے بار بار دنیا کو بنانا، بنانا کے مثانا، مٹام طلمہ  
کے بنانا اس امر کی دلیل بھی کہ پور گار اس دنیا کو کسی خاص ہستی کے لائق بنانا  
چاہتا تھا ۔ اس لائق جس کی خاطر اس کائنات کو وجود بخشایا۔ جس کے  
شوک میں سیارگانِ فلک ازل سے حشیم براہ تھے ۔ چرخ کہن جس کیلئے  
مدت ہاتے دراز سے بیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا ۔ قضا و قدر کے  
کارکنان جس کی خاطر محظیں سجا رہے تھے، ایوب کا صبر، ابراہیم کی توحید  
یوسف کا حسن، یعقوب کا ضبط، عیسیٰ کی جان فوازی، موسیٰ کی کلیم اللہی بھی کچھ  
اس لئے دنیا کے منظر نامہ پر پیش کیا گیا کہ شہنشاہ موجودات کی بارگاہ میں کار آمد ہو۔  
وادی بطي امیں نور چمکا، فرشتوں نے راہوں میں کلیاں بچھائیں ۔  
اور ۔ وہ معمور تجنی فردوسِ بلماں، اعجاز بیاں، شیریں سجن، درد کا درستاں

غمون کا مداوا کرنے والا، زخموں پر مرہم، سکھنے والا، جہاں توں کی رحمت، تمیٰ لفظی  
مکی، مدینی —

قدم بڑھائیں جو سوتے منزل تو نبیں کوئی نظر نہ رہے  
ادا تے سین سب کسی خرامی نو شستہ کا تب مقدر  
ہمارے آقا جیب، دا در شفیع مشرقیم کو شر  
حریم خلوت سے آئے ہے ہبی فضیلتے جلوٹ یہ بن سفر کر

عزیز بارہ بکوی ۱

جب انسانیت اس منزل پر پہنچ گئی کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے  
لگے اور رحمت کا یہ عکاظم ہو گیا کہ ذرا ذرا اسی بالتوں پر لمبی لمبی جنگیں چڑھنے  
لگیں، نفرت اپنی ارتقا پر پہنچ گئی تو خالق کائنات اور محبوبِ حقیقتی نے محنتوں کی  
امنوں سو غایتیں لے کر اپنے محبوب کو خالق الائیا، بنا کر بھیجنے کا فیصلہ فرمایا —

اور

رحمت کی سو غایتیں لے کر آیا کملی والا — کائنات کی بستی پر پہنچتے رحمت کے چھوٹوں  
آفاتے نامدار افساروں کی بلندی سے وحدت کا اعلان کیا — حداستے ایک  
نشیخ کیمیا کے کر قوم کی طرف آتے — اور پھر شروع ہوا جمتوں کا سلسہ،  
امانتوں کا سلسہ، دیانتوں کا سلسہ، شجاعتوں کا سلسہ، محنتوں کا  
سلسلہ، شہزادوں کا سلسہ، سخاواروں کا سلسہ، مرتوں کا سلسہ، نوازوں

کا سلسلہ، عناصرتوں کا سلسلہ، مخالفوں کا سلسلہ، امامتوں کا سلسلہ،  
خلافتوں کا سلسلہ، ولایتوں کا سلسلہ

محبوب خداوند نے وحشیوں کو شور عطا کیا۔ بے اعتدالوں کو اعتدال  
کی دولت سے نوازا۔ نظرتوں کے پرستاروں کو محبتوں کی خوشبوتوں سے آشنا  
کیا، غلاموں کو مساوات دی، غمزدوں کو صبر و تحمل کی سوگات دی، گھریوں کو  
مشعلِ ہدایت کی روشنی میں ہٹایا، باطل پرستوں کو حق آشنائی بخشی، ہتھی  
وستوں کو درست دعاء کے کر عرشِ عظیم تک باریاب کیا، اخلاقِ حسنة  
کا وہ عدیم المثال ممنونہ پیش کیا جو دنیا نے تکمیل نہیں دیکھا تھا، بادشاہی میں فقیری  
اور فقیری میں بادشاہی کے وہ جلوے دکھاتے کہ تمام آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔  
آفتاب نامدار نے تبلیغِ اسلام کے لئے طرح طرح کی صفتیں جھیلیں،  
امیٰ لقبی کو تھہر مار کر ہولہاں کیا گیا، پروپرڈگار نے اپنے محبوب کا بہتا ہوا  
خون دیکھا۔ تو جیریں اُسیں کو اس بدیقامت کے ساتھ بھیجا۔ آپ  
کہیں تو دونوں پہاڑوں کے درمیان آباد اس گستاخِ قوم کو کچل دیا جاتے،  
سرورِ کوئین نے بارگاہِ ربِ العزت میں امت کے لئے رحمت اور ہدایت کی دعا  
مانگی۔ وہ جو رہوں میں رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے، آپ کے اوپر کوڑا۔  
ڈالتے تھے، آپ کے قتل کے درپیچے رہتے تھے۔ وقت آنے پر آپ  
نے ان سے انوکھا انتقام لیا۔ یعنی گالیں دیئے والوں کو دیا گیا۔ ایں دیں  
قتل کا ارادہ رکھنے والوں کو زندگی بخشی دی، خاک کے ٹوٹے ہوتے دلوں

جور کر وحیت کے پرستاروں کو ایک ایسا نسخہ عطا کر دیا، ایک ایسا نسخہ عنایت کر دیا جسے رہتی دنیا انک ہر طبقہ ہر قوم اور ہر زنگ و نسل کے لوگوں پر آزمائک کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور وہ نسخہ ہے نسخہ محبت۔

”محبت فاریخ کون و مکان کہے“

یہ انہٹ حقیقت ہے کہ محبت ہر زمانے کے اعتدال کی خاتم رہی ہے۔ ہر محبت سے دلوں کو جنتیا گیا ہے، محبوبِ حقیقی کے محبوب نے محبت کو اس کے جملہ عوامل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا اور تپھروں کو ہوم بنالیا۔ ہدایت کی روشنی پھیلتی رہی اور شرع ہدایت کے پروازوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ تبلیغِ اسلام کے ساتھ ساتھ محبوبِ حقیقی کے محبوب نے عبادت اور انہمارِ محبت کے لئے رات دن ایک کر دیے یہاں تک کہ محبوبِ حقیقی نے خود کہا۔

— ”يَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ قُلْ إِنَّ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلٌ لِّذِكْرِهِ وَالنَّهُمَّ فِيهِ فَلِيلًا“

ساتھ ہی فخر موجودات نے اپنے جانشیروں کو یہ ہدایت دی کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری ابتداء کر دا اللہ تم سے محبت کرے گا۔ سر در کائنات مخلوقِ خداوند ہی پر رحمت و محبت کی بارشیں برسائیں اور محبت کرنے کا درس دیا، اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ محبت سے تنجیاں مٹھاں میں بدل جاتی ہیں، اندھیرے اجالوں کا روپ دھار لیتے ہیں،

روحانی شفاف بن جاتا ہے، درد درا بنا جاتا ہے، آگ انوار بن جاتی ہے  
اہن موم ہو جاتا ہے، غم خوشی بن جاتا ہے، مرض صحت بن جاتا ہے،  
قهر رحمت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج یہ بات پورے دن ہے، اعتبار اور  
یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اسلام کی ترویج و توسیع میں فخر موجودات  
کے اخلاق حسنہ اور انسانیت سے محبت کے عمل نے نایاں رول ادا کیا۔  
اور آپ کے جان شاروں نے محبت اور ایثار کے اصول کو اپنا کر بڑے  
بڑے ہمراکے سر کئے اور سردے دے کر حق و باطل کی رزمگاریوں میں  
کامراںیوں کے چھٹے گاڑ دیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے بعد بیوت کا سلسلہ ختم ہوا...  
پور درگاہ نے دین کے مکمل ہونے کا اعلان فرمادیا اور بندگانِ خدا تک  
سچائیوں کی ترسیل کا ذمہ سرور کائنات کی امامت کے کاندھوں پر ڈال دیا۔ کہ  
جس کو جتنا معلوم ہو وہ دوسروں تک پہنچا دے۔ چنانچہ آپ کے  
جان شاروں نے ہر دور میں یہ کوشش جاری رکھی کہ سچائیوں کا پیغمبر مسیح  
نہ ہونے پاتے۔ باطل کے اندر ہیرے صداقتیوں کی روشنی کو نگل نہ پکیں۔

بیوت سے خلافت، خلافت سے امامت اور امامت سے ولایت تک  
کاروانِ اسلام کے سفر کی روزہ روز کا نٹوں کی لونگ کو خون دل میں ڈبو کر لکھی گئی۔

اور تاریخ عالم کے ہوائے کردی گئی۔ اس تاریخ عالم کے ہوائے جو ہر دور میں  
مرفوہ شانِ اسلام کی جان شاریوں کی گواہیاں دیتی رہی اور اسلامیانِ عالم کو حق

برتری کی جدوجہد کے لئے تلقین کرتی رہی۔ ہر دور کی مائیں اپنے بندگی کے کوٹیں  
کو اسلام کے خواص کرنی رہیں اسلام کے شیدایی پیدا ہوتے رہتے اور شیعی  
و ترویج اسلام کے لئے اپنی قربانیوں کی داستانیں مرتب کرتے رہتے ہیں۔  
جو محبوب کا محبوب ہزار اس کا کیا کہنا۔ حضور پاک ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم  
پرورد و سلام بھجنے کے عمل کو پروردگار نے ایک نعمتاز عبادت کا درجہ دیا  
الیسی عبادت جس میں خود پروردگار اور اس کے فرشتے بھی ذاکر ہوتے ہیں۔  
قرآن شاہد ہے اور مسلمانوں کو حکم دیتا ہے "بے شک اللہ اور اس کے  
فرشتے نبھا پرورد بھیتے ہیں اسے ایمان والوں پر اور ان کی آل پرورد بھیجو۔  
سرورِ کائنات کے صحابہ کو سچوں کا درجہ دیا گی اور ان کی امرت کے  
عملہار کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا مقام عطا ہوا اور آپ کی  
امرت کے ولیوں کے بارے میں قرآن نے کہا کہ "اگاہ ہو جاؤ کہ پیش  
اللہ کے ولی بے خوف و لال ہوتے ہیں۔

اللَّا إِنَّ أَوْلَيَاءَ اللَّهِ لَا يَخَافُونَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ مُحْذَزُونَ

کیوں کہ اللہ سے لوگوں نے دالے اور باطل کو منور و محلی کرنے والے ظواہر  
کے خلاف دفعہ سے بے نیاز ہو جایا کرتے ہیں اور ان کی بے شیاذی  
کبھی کبھی ان مراحل میں پھر بخی جاتی ہے کہ ان کے دل میں ہنستی کی لذیغ اور  
جہنم کا خوف بھی جگہ نہیں رکھتا ان کے نزدیک صرف اور صرف محبوب  
کا ارض کا خوف ہوتا ہے۔ اور لا ریح صرف اور صرف رضا

محب کا ہوتا ہے —

### چنانچہ

بے نیاز ان خوف و ملال میں سے ایک نام را بوکہ بھری رحمۃ اللہ علیہا کا ہے  
ایک دن انہیں محبذہ بانہ کی قیمت میں گھر سے نکلتے دیکھا گیا — ان کے  
ایک ہاتھ میں پانی تھا اور ایک میں چڑغ — پوچھا گیا کہاں جا رہی  
ہیں؟ ”جا رہی ہوں — آج اس چڑغ سے جنت میں آگ لگادوں گی  
اور اس پانی سے دوزخ کو بمحادوں گی تاکہ آئندہ کوئی جنت کی لایحہ اور جہنم  
کے خوف سے خدا کی عبادت نہ کرے بلکہ صرف فرد اکی رضا کے  
حصول اور اس کی ناراضگی کے خوف سے اس کی عبادت کرے —  
یہ حقیقت ہے کہ راہ سلوک کے راہی در درین ذاتِ جنت کو آگ  
لگا کر اور دوزخ کو بمحکما کر صرف محبوبت کی رضا کا، خاطر اور اس کی ناراضگی  
سے خوف زدہ رہ کر محبت کی راہ گذار پر قدم پڑھاتے ہیں اور پر در د گار  
انہیں خوف و ملال سے بے نیاز کر دیتا ہے —

رہبران راہ سلوک نے ہر در میں خود کو فنا کر کے محبت و صداقت کی بقا کا اہم  
کیا ہے — اور بس طرح دنیا کے دیہ لوگوں میں اسلام کے علمبرداروں نے محبت  
کے اجالیں بھیجا تے آئتی طرح مریادا پر شو تم رام اور کوشن جی کی سر زمین اہنہ  
میں بھی وحدت کے فتنے کا تے گئے اور لوگوں کو آشنا لئے لہت بارہ خراف بنیا  
ہمارے وطن عزیز ہندوستان ” نے انقلابات کے بھیرے مد و جز مصلیے

جملہ آوروں کی ایسی اور غاصبوں کی زیادتوں کا نشانہ بنا — غلامیوں کی رنجیں  
 کی گونج شنی ، منظام کے کراہتے ہوتے اپنے سچوتوں کی سکاریاں برداشت  
 کیں ، انھیں میں ایک دور انگریزوں کی غلامی کا بھی تھا۔ جب ہمارے ملک کے  
 سیدھے ، سادے ، سچے اور محبت کرنے والے لوگوں کو یہ احساس تسلیم کرنا  
 کہ بکھر اور قوموں کو توڑ دیتا ہے ، انتشار اور اختلافات دشمنوں کی کامیابی  
 کی راہیں ہموار کرتے ہیں اس لئے ہمیں تحریر ہو کر ملک کو غاصبوں سے آزاد کرنا  
 کرانا ہو گا — یہ بات ملک کے کسی خاص طبقے نہیں محسوس کی — بلکہ  
 ہر طبقہ کے لوگوں میں آہستہ آہستہ یہ احساس پیدا ہوا کہ ہندوستان ہمارا  
 ملک ہے اس پر غیر ملکیوں کا قبضہ نہیں رہنا چاہئے — اگر ایک طرف ملک کے  
 کے بھی خواہوں نے یہ نظریہ بنایا کہ ملک کو معاشری اقتداری ، اور سیاسی  
 پیمانے پر پوری آزادی ملنی چاہئے اور ہندوستان پر ہندوستان کے لوگوں  
 کی حکومت ہونی چاہئے ، ہمارا قانون چلننا چاہئے ، ہمارے سکے چلنے چاہئے  
 وہی دوسری طرف ملک کے عوام کے اتحاد کے سلسلہ میں زنگ و نسل اور ندینی  
 ملت کے امتیاز و اتفاقوں نے جوئی نشوون اور امن و محبت کے پیامبروں کو یہ  
 سوچنے پر مجبور کر دیا کہ جو قوم ہم پر سلطنت رکھتی ہے اور اپنی فطری چال بازیوں  
 سے ہم میں نفریں اور دریاں پیدا کر کے ہمیں الجھائے رکھنا اور خود کی  
 قابلیت و حکمرانی بناٹے رکھنا چاہتی ہے اس کے اس کاری غرب کے زہریلے اثر  
 کو کس طرح ختم کیا جاتے تاکہ ملک میں آباد ہر زنگ و نسل کے لوگ بلا امتیاز یہ کہ

زبان پکارا تھیں کہ "ازادی کی زندگی سے غسل ای کی موت بہتر ہے۔" ظاہر ہے  
 "سفر فتنوں" کے ذریعہ بھیسا سے جاتے والے زیر کو پوری قوم کی رگوں سے بچوڑ کر  
 اس ایں یگانگت کی وجہہ آٹا اور بھائی چارے کی اپستھ دوڑ ان ایک طویل  
 مدتی اور جبرا آزماعمل تھا اور اس کے لئے وجہہ سے زیادہ ہوش داشتہ  
 و در بینی کی ضرورت تھی۔ لیکن ہمارے احباب کی تاریخ بتاتی ہے کہ  
 انہیں ایسے پودے لگانے کی عادت تھی جن کے پھل ان کی آئندہ نسلوں  
 کے حصے میں آتے۔ چنانچہ پورے ملک کو ایک زبان اور ایک  
 جہت کرنے کے لئے مفکرین نے اپنے اپنے خواہد میں سوچا، لاکھ مل مرتبا کیا  
 اور وجہہ آزادی کے دیپک بھاگتے، حب الوطنی کے پودے لگاتے۔ جن  
 پودوں کی آبیاری کا کام ہر حال پوری قوم کے حکم سرین اور وجہہ بہ خدمت  
 سے سرشار سرفرازوں کے ذمہ آتے۔ ساتھ ساتھ ہی اس ضرورت کو بھی  
 مدنظر کھا گیا کہ مذہب کے نام پر سیدا ہونے والے تفرقوں کو دور کرنے کے  
 لئے ایک ایسا پیشام دیا جاتے ہو ہندوستانی قوم کو آہستہ آہستہ ایک  
 دھاگے میں پر دے۔ اس اہم سرین ضرورت کو ہمارے لکھ کے صوفی متنوں  
 نے اپنے آرٹوں اور سینما میں کے ذریعہ پورا کیا۔ ایسے میں اور جو کے بارہ بیکی  
 شہر کے مقاماتی قصہ سے ایک آواز بلند ہوئی کہ "محبت کو"

## "محبت کرو"

سکارعِ المپاہ حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پیغام دراصل پوری ہستہ دستانی قوم کے حال اور مستقبل میں امن و اماں اور خود استادی و خوشحالی کے اجائے پھیلانے والا ٹھووس دستور العمل تھا جسے پورے ملک کے اہل فکر و نظر نے محسوس کیا اور اس تصویر کو الفاظ و کلمات کے نت نئے لبادے اور طریقاً کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اسے بجا طور پر ایک بتا۔ احمد نظریہ کے طور پر قبولیت حاصل ہوئی — اور آج بھی حاصل ہے اور ہمارے ارباب حل و عقد۔ بخوبی جانتے ہیں کہ اس ملک کو مخد، اٹھ، اکھنڈ بناتے رکھنے کیلئے صرف ایک "ازم" کا میاب ہو سکتا ہے اور وہ ہے "محبت ازم" جو نفرت کی سراسنگی، اور رنگ و نسل پرستی کے سراسنگاف ہے — انسان کجہ حیثیت انسان ایک دوسرے سے پیار کرنے اور محبت و یگانگم کیا اتنی قدر وہ کو اپنائے کیا وہ سو دیتا ہوا یہ پیا اپنے پس منظر میں لا انتہا معنویت و افادیت کا حامل ہے —

امام الاولیاء وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اس نالی خانوادہ  
 ہے ہے جسے ادھرنے اپنی راہ میں قربان ہونے کے لئے بنایا تھا۔ وہ جن کے  
 لئے ادھر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا ہشیر ہوں اور حضرت علی  
 رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں ۔ ۔ ۔ صدیوں پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ  
 نے جو خواب دیکھا تھا اس کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے والے  
 آں رسول سے سلسلہ نسبی رکھنے والے سرکار حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ  
 کی زندگی قربانیوں سے عبارت تھی۔ ہر طرح کے مادی مفاد کو نظر انداز کر کے بھوپال  
 حقیقی سے عشق کی تعمیل و ترغیب آپ کا نفس العین رہا۔ آپ نے یہ سچی سادگی  
 مگر با اثر تکلف سے پاک مگر تائیر سے بھری ہوئی۔ تبلیغ کے ذریعہ خلق اللہ کو ارادت  
 کے ساتھ تلے اکٹھا کیا اور فتوح و سلوک کی بے مثال اقدار سے مالا مال کر  
 کے دنیا سے نیاز کی کامنہ اور غلیقیتی تک پہنچنے کے راستے دکھانے ۔ ۔  
 وہ راستے جو بنا بر تو بہت آسان اور سہل نظر ہے ہیں لیکن ان پر دو چار گام ملی  
 کہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی نظر نفس کشی اور اپنی ذات کو فنا کر دینے کے  
 عمل میں کتنی دشواری محسوس کرتی ہے، اور اپنی ذات کو مادی فائدوں اور زیادتی  
 کی زندگیوں سے عہد اکرنے میں انسان کیسی صعبوبی محسوس کرتا ہے۔ مشابہات  
 بتاتے ہیں کہ بات بات میں صبر کی تبلیغ کرنے والوں پر جب مصائب کا نزال  
 ہوتا ہے تو وہ خود صبر کا دامن چھوڑتے نظر ہتے ہیں ۔ ۔ ۔ نفس پر کنڑوں خواہش  
 پر غلبہ، متناہی میر قدر غم، آمزگار برخاک اندازی سرکس و ناکس کے بس کی اس

نہیں۔ نفس کو اندھ کرننا کا پابند، محبوب کے چلنے کی طرح چاہئے، محبوب  
کے حکم کے مطابق کرنے، محبوب کا رضا کے ساتھ نہیں زندگی کے ملحت کو  
ڈھانہ میں اندر و ان ذات قوڑا پھوڑ کا ایسا شدید عمل رونما ہوتا ہے کہ حکم زور  
اور کم ظرف انسان ہمت توڑ دیتا ہے۔ آج کی دنیا کے سادی طور پر  
ترقی یافتہ لوگ مخلوقوں کے بارے میں یہ فکر کرتے ہیں کہ ان میں کچھ کرنے کی  
صلاحیت اور سبز ہے نہیں۔ ہمارا نظریہ ہے کہ مفلس اگر اپنے افلس پر قائم  
ہے تو وہ اس سرایہ دار سے کیوں بالاتس ہے جس نے ہر اچھے اور بدے  
باشکوہ لا امتیاز صرف اس لئے اختیار کیا کہ اس سعی کا شمار سرایہ داروں میں  
ہو۔ لہذا وہ سرایہ ٹوڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس محاذ پر اکام  
دھا جہاں بحالت مفلسوی صبر و غنا کا دامن پکڑے ایک مفلس خوش و خرم اور فائع  
نظر ہتا ہے۔ کیوں کہ اس کے اندر افلس کو تجھیت نہیں کیا ہوتا ہے اور یہ ہمت  
اس انداز فکر سے کہیں بہتر اور قابل قبول ہے جس انداز فکر میں لوگ خود کو  
خالیہ ہوں کا رہی بنائیتے ہیں اور خود کو باہمت اور با خصل گردانتے ہیں۔  
قیامت اور صبر، عدم عمل کا نام نہیں ہے اور نہ ہی ہماری گفتگو کا مطلب  
یہ ہے کہ معین و حقیقی سے محبت کرنے والا عدال اور عوام سے لا پرواہ ہو جائے  
ہاں ہماری گفتگو کا ماحصل یہ مندرجہ کہ معین و حقیقی کی مرضی اور اس کے قانون کو  
سد نظر رکھتے ہوئے، سہی اور غلط احرام اور حلال، درست و نادرست کے ادک  
اور نہایت معین و حقیقی کے ساتھ کی جانے والی ساری کوششیں جاری رکھتے ہوں

صبر و رضّت اکالبادہ زیبِ حیات کئے رہے خواہ افلاس اس کا مقدار ہے سریاں بڑی داری  
یعنی رضاۓ محبوب کے منافی عمل سے حاصل شدہ سریاں داری سے وہ  
افلاس اور ناداری ابد جہا بہتر ہے جس میں وہی گھائل نہ ہو اور تمیز نہ ہو  
کی پھانس کی کسک سے بے نیاز ہو۔ چنانچہ حضرت وارث علی شاہ حنفی اشنازیم  
نے فرمایا۔ ”عشق میں ترک ہمارک ہے۔“

### ”عشق میں ترک ہی ترک ہے۔“

اُنکھی انسان کی روح صبر و رضّت کے نہ زخم ہی نہایتی ہے اور فناست  
کی ذوبھو سے موطّد ہے تو ترک اس کے لئے ”حصول“ جیا ہے۔ یہ ترک  
”برات حصول“ نہ ہو کر محض رضاۓ محبوب کی پاکیزہ مقصدیت کو پلے تو  
راہِ سلوک پر چلنے والا اپنے قدم میں استقلال پاتا ہے۔ راہِ سلوک کے تیز  
گاموں نے کبھی لوٹ اور غرض کو نہیں بلکہ بہیشہ نہاتے محبوب کو مر نظر لکھا  
اور رضا و تسلیم کو اس کی حقیقی معنویت کے ساتھ اپنایا۔ اور —  
جب رضا و تسلیم کا وجدان ہر تو ماذیت کے فقدان میں کوئی تردید باقی نہیں

رہتا۔ اور ترک کے عمل میں نہ پہلے کوئی تناقض ہوتا ہے اور نہ ترک کے بعد  
عام زندگانی میں ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی سے معمولی شے ترک سے پہلے فکر دام  
پھر ہوتی ہے اور ترک کے بعد بھی۔ حضرت دارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ  
فرما کر عاشق کا منصب یہ ہے کہ معشوق کے آگے ہر تعلیم ختم ہے۔  
جیسے غسل دینے والے کے ہاتھ میں مردہ بے اختیار رہتا ہے۔ گویا ترک!  
عمل بے اختیاری میں ہونا چاہئے۔ گویا وہی وہ بدان اور حصول کا نسل  
ہو اور فطرت ثانیہ بن جائے۔ چنانچہ ایک دولت مند اور صاحب جایہ  
گھرانے کا چشم و پراغ ہونے کے باوجود حضرت دارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ  
نے ماوریت کی مشدت سے لفھی کی اور ترک کی مثال قائم کرتے ہوئے<sup>۱</sup>  
املاک و جا سیداد خیرات کر دی۔ اعزاز دا قربان میں بانٹ دیا اور "مال"  
کے فتنہ سے خود کو دور کر لیا اور ادائیگی میں ہی اس باب زندگی سے  
آپ کی بے اعتنائی اور مزاج کا استغنا لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتا تھا۔  
راہِ سلوک کارا ہی کسی چیز کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتا اور جو کسی شے کو  
اپنی ملکیت نہ سمجھے تو اس کا ترک کسی تردید کا سبب نہیں بن سکتا۔  
اہمذات ترک، ایثار، اور قصر بانی عشق کا شیوه رہا ہے اور اپنی محبوب  
ترین شے کو قربان کرتے آئے ہیں۔

اگر کسی کو کسی شے کی اشد ضرورت ہو جس کے بغیر زندگی کی بقیٰ  
اک مسئلہ ہے: نااستہ، اسے کہیں سمجھے۔ شر، حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ

وہ اپنا ضرورت کی بکیل کے لئے پہلانا والہ اٹھاتے کوئی محبوب کا مہدا لگادے اور  
محبوب کے نام کے حوالے سے کہانے کا سوال کرے ۔ وہ منہ کو جانا ہوا  
نزاں دا پس کر کے سائل کے حوالے کر دے کہ سائل نے اس کے محبوب کے  
حوالے سے اس کی اس مرحلہ کی محبوب ترین چیز کا سوال کیا ہے ۔ یہ

ترک کا نقطہ عروج ہے ۔

قرآن کا واضح فرمان ہے ۔

لَنْ تَنَالُوا إِلَيْهِ مَا لَا يَحِلُّ لِلنَّاسِ

”بھلانی کا حصول ممکن نہیں جب تک اپنی پسندیدہ چیز خپچ نہ گردد“

عشق میں ترک ہی ترک ہے ۔

محبوب ترین اشیاء کی اقسام الگ الگ ہیں ۔ کوئی زر و جواہر غریب رکھتا  
ہے، کوئی اولاد، کوئی جاہ و ششم، کوئی جان و نہ ندگی، کوئی راحت و سکون۔ یعنی  
ہر ایک کی پسندیدگی کا معیار جد آگاہ ہے ۔ ما بع محققین و مفسرین  
کے نزدیک بھی محبوسیت کی الگ الگ اقسام تباہی گئی ہیں ۔ اس سلسلہ  
میں ہضرت حاجی دارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے  
فرمایا مِمَّا تَحِبُّون سے انسان کی عافیت مراد ہے جو داکمی ہے اور کسی وقت  
نَلْپَسَنَد نہیں ہے ۔

مال و زر ہما فیت اور سکون کے لئے ایک مادی ضرورت اور سبب ہے

اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کرنا بہر حال ایک جذبہ خیر ہے ایک مجازی ایجاد

پے یکن اگر اتنا مال و زر بھی میسر نہیں جو زندگان کی بقا و عافیت کے لئے لازم  
ہو اور پھر ترک دیشارک کا سوال پیدا ہو تو جذبہ ایشارہ کا امتحان ہوتا ہے۔ اس  
جذبہ پر ایشارہ کی داع غبیل حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ذاتی اور فرد کی عافیت  
کو قربان کر کے بھوک کے سائل کی بھوک مٹانے کا درہ رامان اسے غلط اگر دیا۔  
جو خود ان کی بھوک مٹا سکتا تھا۔ یہ وہ حقیقی جذبہ ترک ہے عشق جس  
کا مستقاضی ہے۔ اور یہیں سے حضرت وارث شاہ علی شاہ حنفیۃ اللہ علیہ کے  
اس قول کو لشیریح و تائید ملتی ہے کہ زندگی بعض اوقات آدمی کے لئے اتنے  
محب نہیں رہتی، اور اس سے بھی بعض اوقات محبت ختم ہو جاتی ہے یا بہت کم  
ہو جاتی ہے۔ یکن آدمی اپنی عافیت کا بہر حال خواہاں ہوتا ہے اور وہ  
عافیت مختلف اوقات و مراتب میں مختلف انداز دعویٰ کی صورت میں رہتا ہوئی  
پے جو بہر حال ہر کسی کو فریز ہوتی ہے اور اس عزیزترین شے کی قربانی ہاشمیوں  
کا شیوه ہے جو صبہ دستقلال کے ساتھ رپی رافت و عافیت شارک  
کے ملکبِ محبوب میں مصروف ہوتا ہے تمہاری عشق کی بحث چھڑتی ہے تو کوئی کہتا  
ہے کہ اگر معشوق عاشق کو بلا میں گرفتار کرے تو عاشق کو چاہئے کہ استقلال کے ساتھ  
جان دے دے۔ کوئی کہے گا کہ عاشق جفاۓ معشوق کا اثر محسوس نہ کر  
کوئی فرات گا کہ اگر معشوق عاشق کے ٹکٹے کر دے تو بھی حرفِ شکایت زبان  
پر نہ لائے اور عشق سے منہ نہ پھیرے۔

حضرت اقبال شیری کا یہ قول بھی مامنے آئیگا کہ "عاشق ترہ ہے جو اپنی رستی

یے گزر جاتے مرد ہو جاتے خود کو زندہ ہیں شمارہ کرے۔ عاشق کی ابتدا  
میں "عمن" سمجھتے اور شرع کے آخر میں "عمن" نہیں سمجھتے۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی  
طرف کے چوکوں شرعِ شرافت کے درجات کو آخر تک طے نہ کرنے والے عمن میں  
کمال و اصل نہیں کر سکتا۔ کمال عشق یہ ہے کہ عاشق سے مشوق ہو جاتے  
عاشق دہی ہے جو ذاتِ مشوق میں ٹھوک ہو جاتے۔ اس موقع پر  
حضرت نارتھ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نظر آئے گا کہ عاشق بب سب  
کو چھوڑتا ہے تو یار سے ملتا ہے۔ "عاشق جب سردیماہتے تب اہم سر  
ہوتی ہے لیعنی عشق ہستی سے نیستی کو یاری کا عمل ہے جس میں کامان  
ہونے والوں کا وجود ذاتِ مشوق میں ٹھوک ہو جاتا ہے اور پھر اس کا ذبزدہ اس شعر کی  
تشریخ ہے جاتا ہے

تو ڈرے ذمہ میں مل جو دھنے سمجھیں  
کہیں کہیں ہوں کہاں ہوں کہیں میں ہوں میں

راحت اور رہی

پر رہنے کا رہنے اپنے بندوں سے واضح طور پر سوال فرمایا ہے۔  
"یکسے کھڑکتے ہو؟ تم مرد ہتھے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت سے ہو گناہ کیا  
جاتے گا پھر زندہ کئے جاؤ گے۔ پھر سی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے؟"  
الہان جبکس وقت زندگی پاتا ہے اور راہِ حیات میں سالتوں کا سفر  
شروع کرتا ہے۔ وقت دام سبل اس کا یہ سفر ہوتا کہ بہت ہے

ہس کی عمر بھتی بڑھتی جاتی ہے اور گھٹتی جاتی ہے کیونکہ اس کا آنے والی ہر  
 سالیں لاش میں کوئی خصت ہو جاتی ہے ۔ ہر سال سس کے ذریعہ قدم قبر  
 ہوت کی محنت پڑھنے والا انسان اگر حقیقی مددوں میں یا یہ پڑھ لے کہ اُسے  
 ہوت کی سیاری رکھنی ہے تو محبوب حقیقی سے کسی لمبے غافل نہیں ہو سکتا چنانچہ  
 حضرت حافظ حاجی داریش علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "عاشق" وہ ہے جس  
 کی کوئی سانس یا دم طلب سے غافل نہ جاتے ۔ عاشق اگر ایک ساعت  
 بھی یادِ عشوق سے غافل رہتا ہے تو وہ ساعت اس کے لئے بہترہ ہوت  
 کے ہے جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے تو اس کی سائزِ عشوق کی یاد سے  
 غافل نہیں جاتا ۔ یہاں تک کہ عاشق کو کمالِ عمل چاتا ہے اور وہ خود  
 کو اس نظر میں پاتا ہے ۔

من تو شدم تو من شدی من تو شدم تو جان شدی  
 تاکس نہ گویا بچک رازاں من دی گرم تو دی گردی ।  
 عاشق جیسا فنا ہو جاتا ہے تو خود کو کامیاب و کامران پاتا ہے اور  
 مسترست جو جو اٹھتا ہے کہ قیامتی بقا ہے  
 مل گیا ٹھی ٹھی دیوانہ  
 درست ترسنا کام آیا

## فُرْشَهُولُ كُو مُجِيدٌ بِرُؤْيٍ طَلَبَ

کائنات کے نظام میں قدریوں کا وجود شین کے چند پر زول جیسا ہے  
ان کو جہاں بناں جو بخوبی دنات عطا کی گئی ہیں۔ جو جو دیوبیاں بھائی گئی ہیں اس  
سے وہ سرمواخرا ف نہیں کو سکتے، اور نہ اس کے سوا کوئی اور کام انجام دے  
سکتے ہیں۔۔۔ بہار تک کہ اگر وہ راہ کا پڑا ہوا پتھر اٹھانا یا ہٹانا پا ہیں  
تو ان کے لئے ممکن نہیں۔۔۔ کسی مجبور دلایا جا کریں مدد کرنا چاہیں تو اختیار میں نہیں کر سکدے  
انہیں جو ٹوپیں دی گئی ہیں اس سے ایک لمحہ کی غفلت ہمیں وہ نہیں کو سکتے۔۔۔ کیونکہ  
اس کے سوا اور کچھ کرنے کے وہ مجاز نہیں

جیسا کہ

انسان کے سلطہ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے سوال کیا گیا کہ  
”انسان کتنا بچو رہیے اور کتنا محترم ہو؟“۔۔۔ آپ نے سوال کرنے  
وابطے سے کہا کہ ایک بارہ اور اس نے اٹھایا۔۔۔ آپ نے کہا

دوسرے پاڑی کی اٹھاؤ۔ ” وہ گہر پڑا۔ آپ نے فرمایا انسان اتنی بھی خسار  
بھے اور اتنا بھی بجور بھے ۔ ” انسان کے سامنے اپنے بُرے راستوں کی  
خزانہ کی گردی گئی ہے اور اسے اختیار دیا گیا ہے  
” شکر کی راہ اختیار کرے یا کفر کی ”

### دوسری طرف

فرشتوں کو اس کے علاوہ کچھ کرنے کا اختیار نہیں جس کے لئے انہیں مستین و  
مفتر کیا گیا ہے۔ جب دو فرشتوں نے انسان بننے کی خواہش کی اور انہیں انسانی  
ہیئت میں فرمایا بھیجا گیا۔ تو۔ انجام کار انہیں چھاہ باتیں کی قیدی ہی۔  
بانے والے نے بہر حال انسان کو اپنا غلیظ بنانے کے لئے تخلیق کیا اس  
کے درونی ذات ایسے جذبات و احاسات رکھتے ہیں مگر اور اس اشور کھا  
چوکیج اور بناٹا میں تغیر کر کے سچائی کے قیلن میں معاون ہو۔ درود مدنی  
کا جز نہ برا کھا کر۔ وہ۔ آدم کے پیٹوں پر آئنے والی دشواریوں میں ان  
کیا مدد کرے، راہ میں پیدھو ہونے والی تھرستاوے بسواروں کی تیار راری کی  
تغیر کی لیکھا کرے، الٹستھے لٹستھے راول کو جوڑ لے، جس سواروں کا سہارا  
بند کروں کی پیڈھائی کرے امنظلوہوں کی مدد کرے، صیحت میں

گھن کے کام آئستے

اوہ

فرشتوں کو پورا بکار رکھتے اپنی جھوڈٹا اور اپنی لڑائی انسان کی حکامت و

و سکات پر نظر رکھنے کیلئے مقرر فرمایا ۔ حضرت وارث علی شاہ  
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ” فرشتوں کو محبت جزوی ملی ہے ۔ اور  
انسان کو محبت کامل عطا کی گئی ہے ۔ ”

فرشتے ان کے شگب آستان کی بات کرتے ہیں  
کہاں رہتے ہیں بیجا پی کہاں کی بات کرتے ہیں

عمرت بارہ بیکوی

انسان زندگی کے اپنے ایام مراحل میں ماں باپ سے محبت کرتا ہے ،  
درد و تکلیف ، بیماری و اذیت کے لمحات میں ماں کی آغوش اور باپ کی  
شفقت کے سایہ میں اسے محبت ملتی ہے ، آگوش سنپھالنے والے پر وہ اپنی  
منزلوں کے تین تک مختلف مراحل میں مختلف محیتوں سے آشنا ہوتا  
ہے ۔ اور یہ مجازی تجھیں اسے زندہ ہو زندہ ہتھی کی محبت کا رہنما آشنا  
بناتی ہیں ۔

مولانا نے دو مرتبہ سچھتے ہیں کہ جس

ایک شخص ایک خولہبیورت و دشیرہ کے پیچے لگ گیا ، اور پھر کہتا ہوا  
خاصی دیر ہوئی تو عورت نے پلٹ کر سوال کیا ۔ ” شخص تو کیوں میرے  
پیچے آ رہا ہے ؟ ” اس نے کہا ہیں تجوہ پر عاشق ہو گیا ہوں ۔ ” ۔ دشیرہ  
نے استھانا اس سے کہا ہوا ” میرے پیچے میری ہیں آ رہی ہے وہ بخدرے  
بیگنا زیادہ خولہبیورت ہے ۔ ” ۔ اس ہوس زدہ انسان نے

فوراً پچھے گھوم کر دیکھا تو غالتون نے اس سے کہا:-

"لے بیوقوف آدمی اگر تو عاشق ہے اور اپنے بیان اور

دھونے میں سچا ہے تو دوسری طرف نظر کیوں ڈالی جائے ہے

آدمی کیا ایسے ہی عشق کا دعویٰ کا ہوتا ہے۔"

عشق کا دعویٰ تو یوں ہوا کرتا ہے کہ سبھر نسلارہ محبوب آنکھیں کسی اور کو دیکھنے کی روز ادا رہنے ہوں اور دل یہ جذبہ رکھتا ہو کہ اگر یہ آنکھیں کسی اور پر

ملتفت ہوں تو بینائی سے محروم ہو جائیں۔

صاحب "شکلۂ حقانیہ" بھتے ہیں کہ امام الازولیؒ نے ایک مرتبہ ہولی

سید شرف الدین صاحب کو خطاب کر کے فرمایا "ستا بالستر ایک مرتبہ  
بندرا میں تھا۔ وہاں ایک شخص نے مجھ سے آکر کہا کہ ایک عورت پر

جن آتا ہے۔ آپ چل کر اتار دیں۔" میں نے کہا بھائی مجھے جھاڑ پھونک

گز ڈا ہتو یہ کچھ بھی نہیں آتا میں جن کو کیوں کر اتاروں گا اور وہاں جا کر

کیا کہ زل گا مگر اس شخص نے بہت اصرار کیا اور کسی طرح نہ مانا تو میں اس

کے ساتھ ہو لیا اور اس مکان میں پہنچا جہاں وہ آسیب زدہ عورت تھی

و دیکھا تو اس وقت جن اس عورت پر سلطنتا میں نے جن سے پوچھا

تم اس عورت پر کیوں آتے ہو۔ اس نے کہا میں اس عورت پر عاشق

ہوں،" میں نے کہا سچے عاشق ہو یا جھوٹے ہے،" جن نے کہا،" میں اس

کا سچے عاشق ہوں،" میں نے کہا جانتے ہو سچے عاشق کی کیا معرفت

کیا تعریف ہے؟ سچا عاشق اس کو کہتے ہیں جو ملبوث کی رضا جوی کرے اور  
بڑھا اس کی صرفی کے خلاف نہ کرے اور تم جس کو اپنی ملبوث کہتے اسی کی  
صرفی کے خلاف کرتے ہو۔ اس کی صرفی اسی میں ہے کہ تم اس پر سلطان  
نہ ہو اکر د۔ اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے "جن نے کہا" اچھا  
میں آج سے یہاں نہ آیا کروں گا۔"

ہندو تہذیب و شریعت کے نامندگان کی عشق خیز بیویوں کو جو داستانیں  
تاریخ کے حوالے سے ہم تک پہنچیں ان میں ایک تلسی داس کی داستان  
کا ذہ باب ہے جب عشق مجازی نے انھیں آگے پڑخا رہا ہوں کا رہا ہی  
بنادیا۔

تلسی داس نے جب ایک طوفانی رات میں صعوبتوں بھرا سفر کیا اور  
محبوب بیوی سے ملاقات کا جنون لئے بیوی کے گھر پہنچے جہاں اور پر  
پڑھنے کا سلسلہ سامنے آیا تو دیوار سے لکھتے ہوئے ایک سانپ کو  
رسکی سمجھ کر اس کے ذریعہ بیوی کی آرامگاہ تک پہنچے۔ بیوی نے  
تیرت سے ایک بار موسم کے خطرناک تیور اور طوفان بازو باراں کی  
ستم ظریفیاں دیکھیں اور دوسرا طرف تلسی داس کا جذبہ محبت دیکھیا  
تھا میا خستہ بول دیکھیں۔ "اگر اتنی بے تابی سے آتی دشواریاں آپ  
نے ایشور کو پانے کے لئے اپنائی ہوئیں تو وہ آپ کو مل گیا ہوتا  
مورخین لکھتے ہیں کہ یہ جملہ تلسی داس کے دل کو گگا اور دل کی گھر ایوں

میں اتر کر ایک طوفان برپا کر گیا۔ اور۔۔۔ ان کی زندگی انقاہ بائز  
ہو کر اس راہ پر چل پڑی جو "ایشور" تک جاتی ہے اور پھر المفرز  
نے ہندو دوہرم کو بہت کچھ دیا۔

### بہر حال

انسان کا جذبہ محبت مختلف مذاق سے گذرتا ہوا عشق حقیقی کی  
راہ تک پہنچتا ہے اور کبھی کبھی سموی وارداشی انسان کے اندر  
حقیقی محبت کے جذبہ کو اتنی قیزی سے پروان چڑھاتی ہیں۔۔۔ کہ  
عقل میں چرائیں اور دانائیاں انگشت پر دنال رہ جاتی ہیں۔

پرورگا۔۔۔ فرشتوں کے اندر محبت کا چتنا جذبہ رکھا ہے  
وہ صیادیہ ہو دھھکا رہے۔۔۔ جبکہ انسان میں یہ جذبہ یا وارداش  
تلہی دہاں تک کبھی پہنچا دیتا ہے کہ ماشیت کی زبان سے خود کو سخون  
ہو جانے کا اسلام سرزد ہوتا ہے اور حد سے تجاوز پر سزا یا ب  
کئے جائیں کے بعد ہی بتایا بیاموش نہیں رہنے دی اور جسم سے  
بہنے والے ہو کا الکٹک قطراہ خود کو معشوق ہو جانے کا نزہہ لگاتا رہتا ہے

# مدرسہ بخششیں

## کفر دل اسلام سے غرض نہیں، جو کچھ ہے میشو قہے سے

---

بعض نازی نماز پڑھ کر بعض روزہ دار روزہ رکھ کر دوسروں کو نذر تقویٰ کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں اور طنز و نوز کے کنکر چپلا چلا کر اور وہ کو مارتے ہیں — وہ سمجھتے ہیں کہ اس انخوں نے رضاہ اللہی حاصل کرنی جنت پر ان کا قبضہ لازمی ہو گی، دوسری ان پر حرام قرار دے زدی گئی — اور اس بے جانتہ تقویٰ میں پھونٹو کر دوسروں کو خود سے چھپا اور کتر سمجھنے لگتے ہیں — جبکہ یہ بات بخوبی انہیں سمجھ لینی پاہیزے کہ انخوں نے نماز کی ادائیگی کر کے فرض کی ادائیگی کی ہے اور ایک فرض کی ادائیگی سکون کا باعث تو ہو سکتی ہے غور کا باعث نہیں ہو سکتی پھر دیکھ بندگان خدا کو کتر تصور کر کے انہیں ستھارت سے دیکھنے کا کیا جوانہ ہے۔ جبکہ دوسری جانب اس قسم کے لوگ بیشتر حقوق اعبار کی ادائیگی سے

کو رے ہوتے ہیں، والدین کی خدمت نہیں کرتے، پڑاویوں کے حقوق نہیں  
 سپاہتے، ان کی غنواریاں مزدروی نہیں سمجھتے، بڑوں کی تنظیم اور تحریکوں پر  
 شفقت نہیں کرتے۔ لوگوں کی عیب جوئی تو کرتے ہیں چارہ جوئی نہیں  
 کرتے۔ روحانی امراض کے تذکرے تو کرتے ہیں ان کے معالجہ کی صاریح  
 فکر نہیں کرتے، اکفر و مگری کے اذیروں کو مفترضہ کرتے ہیں لیکن یا  
 کے اجائے پھیلانے کی سعی نہیں کرتے۔ تبلیغ کرتے بھی ہیں تو صرف اپنی  
 میں کفر کو روکنا چاہتے ہیں لیکن اس سے آنکھیں ملانا نہیں چاہتے۔ وہاں  
 کے راستے سے دور دور پھیلنے والوں کو قریب سے سمجھانے اور اسلام کی اُسی  
 اخلاقی اقدار کے جلوے ان پر ہمودیا کرنے کی کوشش نہیں فرماتے  
 اسلامیات کے مطالعہ سے جو بات واضح طور پر عالمیان کو اپنی  
 طرف رانگب کرتی ہے وہ ہے اسلام کا نظام اخلاقی اور حقوق العباد  
 نماز نہ پڑھنے والا، روزہ نہ رکھنے والا، ذکرۃ نہ دیشے والا جرم اور  
 گناہ گار ہے اور اس کے لئے سخت سزا میں اور عتاب خداوندی کا انقباب ہے  
 تاہم پر دُنگار کی رسمت بیکالا بخشی میں آئے تو اسے معاف بھی لے سکتی ہے  
 لیکن وہ لوگ حقوق العباد کی ادائیگی سے خروم رہتے اور بندگان باغدا کر  
 حقوق غصہ بند کئے وہ بندگان نہ کہ جرم ہیں اور ان کو اس وقت تک معاف  
 نہیں لے سکتی جبکہ صاریح معاملہ معاف نہ کرتے۔ لہذا اس شخص کے لئے  
 غرور کیسا جو حقوق اٹھدی اور ایسی تو کرتا ہے حقوق العباد کو قابل توجہ نہیں

سمجھتا۔ یا کہتے ہوئے اہمیت نہیں دیتا۔

خیر موجودات آقائے نادر، رسول نبی اصل اشیاء و مسلم  
ان پر میرے بال باب، میری آں ادا ادا، میراں و میں میری عافیت میری  
زندگانی سب قربان " نے فرمایا:-

وہ تم میں سے نہیں جو خود آسمودہ ہوئے اور اسکا پڑوی بھوکا ہو

( یا۔ جیسا آقائے نے فرمایا )

ہامہ المسلمين کے لئے عام طور پر اور خاصہ المسلمين کے لئے خاص طور پر یہ فرمان  
ایک اہم و غوت فکر اور اشارہ اختصار ہے۔ اسیں کہیں یہ شرط نہیں  
کہ پڑوی سلطان ہوتواں کی خبر گیری کی جائے اور غیر مسلم ہوتونکی کجا جائے  
اور اسے بھوکا ہی سونے دیا جائے۔

خود ہمارے آقائلی اشیاء و مسلم ہے۔ اسلام کی تاثر نہیں ہوں  
کے خوف سے بھرت کرنے والی " کافرہ خاتون کی گھری لا دکارے منزل  
نہ خود تک پہنچا یا۔ اپنے اپر کوڑا پھینکنے والی خاتون کی عبادت  
کی، دشمنوں کی ضیافت کی، ہلو لہان کرنے والوں کو دعا نہیں دیں ،  
گایاں کھا کر بد لے میں شیری کلمات سے نوازا۔ اور۔ عدیم المثال  
اسلامی اقدار کے ذریعہ آتشیں زخمیں باطل توڑ کر خاک کے ٹوٹے  
ہوئے دلوں کو جوڑا اور اپنے غلاموں کے لئے اہرانان کے تینیں  
ظاہرہ نہب و ملت، غنواری و نہب دری کی ملی ہدایت کی ۔

سرکار عالم پناہ حجتہ اور علیہ نے فرمایا

"ذہبِ عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معموق ہے" — اگر  
معشوق یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں کی غمزوادی کی جائے (اس سے قطع نظر  
کہ وہ گمراہی میں ہوں یا شکر کرنے والوں میں) — تو عاشق کی جنون خیزیاں  
معشوق کے حکم کے مطابق ہی راہ مل کا تعین کریں گی — کیوں کہ — "عاشق  
کو لازم ہے کہ معشوق کا فرماں پردار ہے" — "اس کا ایمان رضاۓ پیار  
ہے اور عاشق کا منصب یہ ہے کہ احکامِ معشوق کے سامنے مستعدِ ختم رہے  
اور پھر" عاشق ہر چیز میں معشوق ہی کا جلوہ ریکھتا ہے"

چھپ کے جا بینکا کہاں جبلوہ جانال مجھتے  
ہے مری سر جسی اور راک میں بت خانہ بھی

جمال یار جہاں چاہے کھنچ لے جائے  
نگاہِ شوقِ رشیب، دفراز کیس اجائے

غزیز بارہ بیکوی

داعیان وحدت، پرچم اسلام کے علمبردار ہمارے اسلاف و اخلاقان  
اگر سرزین ہند کو بت خاؤں کا ملک سمجھو کر اس سے کھرا کھرا کر نکل گئے ہوتے  
تو آج ہم اسلام کی روشنیوں میں نہائے ہوئے ہم ہوتے — بہر حال کسی  
بھی مکتب فکر کے فردیا افراد کو اسی وقت اپنی مقولیات سے آشنا کرایا جا

کتاب ہے جب ان سے نفرت نہ کی جائے۔ ان کے قریب جایا جائے یا انہیں  
قریب لا جائے۔ اگر انہیں شاطر رہوں کا رہی سمجھ کر ان سے دور انتیار  
کی بھی ہوتی تو آج چہار دنگ عالم میں اسلام کی جلوہ آرائیاں نظر نہ آتیں۔ اس  
کو اس طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ رات کو انڈھیرا اس لئے رہتا ہے کہ سورج نہیں  
نکلتا۔ ایسا باکھل نہیں ہے کہ سورج نکلتا ہوا درانڈھیرے کی وجہ سے دکھائی  
نہ دیتا ہو۔ بلکہ انڈھیرا اک ما وقت تک رہتا ہے جبکہ سورج اپنی روشنی نہیں  
بکھرتا۔ اجالا آتا ہے تو انڈھیرے کو خست ہونا ہی پڑتا ہے، سورج  
اگر انڈھیرے سے آنکھیں نہ ملائے تو انڈھیرا بقرار رہتا ہے۔

سرکار عالم پناہ نے صرف مسلموں میں محبت کے اجالے نہیں پھیلایے  
بلکہ ان کے مریدین میں غیر مسلموں کی کافی تعداد تھی وہ ہندوؤں کو بیت فلات  
و قوت نصیحت فرماتے تھے ”

”بِمِيمِ زَيْنِ الْأَنْوَافِ يَقْهَرُ زَلْزَلَ الْمُجْدِلِ“

اس مسلم میں خواجہ حسن ناظر ایسا صاحب اپ کے حالات سمجھتے ہوئے یوں  
وقطر ازہیا :-

”اگلے زمانہ میں مسلمان فقروں کے ساتھ ہندوؤں کو بڑی عقیدت تھی  
اور ہندو مسلمان فقار کو اپنے درویشوں سے زیادہ ادب کی نگاہ سے  
دیکھتے تھے مگر حاجی صاحب کے زمانہ میں ہندوؤں کا عقیدہ کم ہو گیا تھا  
اور ایسا کوئی فقیر سہروستان کے مسلمانوں میں نہ تھا جس پر نالمگر ویدی

ہندوؤں کی ہو۔ حاجی صاحبؒ نے اپنے برتاؤ اور باطنی اثرتے  
اس کمی کو پورا کر دیا اور تمام ملک کے ہندوؤں کی رجوعات حاجی صاحبؒ  
کی طرف ہو گئی۔ ہزاروں ہندو آپ کے مرید ہوئے۔ بعض نے مسلمان ہو کر  
اسلام حاصل کیا اور بعض نے اپنے وہم کو نہ چھوڑا۔ ممکنہ دارثی دردی ہمیں لی  
حاجی صاحبؒ نے عرس بھی قمری حساب کو چھوڑ کر مسی طریق سے مقرر کیا تھا۔ انکے  
کے ہمینہ میں ان کے ہاں عرس ہوتا تھا جس کی وجہ نال بائیسی ہو گئی کہ ہندو  
غیر مسلماں کو آسانی ہو عرس میں اس قدر غنیمہ الشان مجمع ہوتا تھا اور ایسے  
مخلف الحال اور مختلف العقاد لوگ جمع ہوتے تھے کہ تعجب آتا تھا ہزاروں  
ہندو عورت مارڈیارث کا نزہہ لگاتے دیوانہ رار دیوی کی گلگیوں میں پھرستے  
تھے۔

تم نے اکثر ہندوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ حاجی صاحبؒ کی مریدی کے  
سبب اسلام اور طریق اسلام کے شیدائی بن گئے اور بعض اور پروردہ مسلمان  
تحت بعض درود شریف اور آیات قرآنی کو نہایت ذوق و شوق سے پڑستے  
اور منے لیتے تھے۔

# مِنْهَبَتُ الْمُلْكَ كَسَبَع الْأَنْسَانُ الْأَشْرَقُ الْمُخْلُوقُ شَاقُ

لوگ اگر خود اڑاٹنہیں پاتے تو سلیوں کے پر نوچتے ہیں۔ ہواؤں کو قید  
کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سورج کی کروں کو مقید کرنا چاہتے ہیں،  
نوشیوں کو سمیٹ لینا چاہتے ہیں، مستروں کی زنجیرہ اندوزی کے خواہاں رہتے  
ہیں، باد بہاراں کو صرف اپنا حصہ بنانا چاہتے ہیں، چاہتے ہیں کہ جو  
محرومیاں ہمارے لئے ہیں وہ پوری دنیا کا حصہ بن جائیں اور تو بستیا بایاں  
ہمیں میسر نہیں وہ کسی کے حصہ میں نہ آئیں اور الیسی فکر کرنے والے اپنی  
زندگی کے لمحات ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتے وہ دوسروں سے دوسرے  
لماعیں خوبیاں کر کے ان میں درا رپیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں  
مفرقوں کی تسلیع کو شیوه بناتے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ اس دنیا  
میں انسان کو پوری طبقہ محبت کرنے کا کبھی موقع دستیاب نہیں اور وہ باہم

منافر کے موقعِ دھوندھتا پھرتا ہے اور پیدا کرتا ہے — لیکن ایسا  
 کرنے والے خواہ انقدری طور پر ایسا کرتے ہوں یا اجتماعی طور پر کسی بھی ترہی  
 مسئلہ سے ان کا تعلق ہو — انہیں ہر مذہب و ملت کے لوگ برا  
 تصور کرتے ہیں ان کی حکمتوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے دور رہتا  
 چلتے ہیں — کیوں کہ خالق کائنات نے انسان کے اندر نظری طور پر  
 پسندیدگی و ناپسندیدگی کا ایسا معیار رکھا ہے جس پر ماحول اثر آنماز تھوتا  
 ہے لیکن بالکلیہ اسے بدل نہیں پاتا — مثال کے طور پر ایک بور  
 چوری کرتا ہے اور چوری کو بطور پیشہ اختیار کرتا ہے لیکن اس کا ضمیر خود سے  
 ملامت کرتا ہے اور اپنے کام کو بہتر نہیں مانتا — قاتل کسی بھی نہیں  
 کام نہیں والا ہو جاتا ہے کہ وہ قتل کر کے انسانیت کے منافی حرکت  
 کر رہا ہے — جھوٹ بولنے والا جھوٹ بولتا ہے — لیکن جھوٹ کو جھوٹ  
 نہ خواہ سمجھتا ہے نہ اس کے متلقین خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں —  
 جھوٹ کرنے والا بات بات پچھگڑا کرتا ہے اور جھوٹ کا پھیلا تا ہے، لیکن  
 خود بھی جانتا ہے کہ وہ غلط کر رہا ہے — قرآن، گیتا اور بائبل پر  
 یاد ہو کہ کوئی جھوٹ کو ایسا دریئے والا جانتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے —  
 جیسا کہ ہم نے ابتدائی صفحات میں اشارے دیئے کہ اس کائنات  
 کی انجمن آزادی پر و زگار نے صرف اور صرف محبت کے لئے کی ہے۔  
 آقائے نامدار صلحی ائمہ علیہ السلام کو دنیا میں سعوٹ کر کے دنیا کو محبت کی

ارتقار سے آشنا کرنے کے لئے اس دنیا کو وجود بخشا گیا ہے اور آدمی  
کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے ۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا ”محبت میں رقبات غرور ہوتی ہے“  
یہ بات ہمیں دنیا کی تاریخ کے مطابق سے واضح طور پر سلام ہوتی ہے  
کہ محبت کو روزاول سے رقبات کا سامنا رہا ہے اور محبت نے آج تک  
اپنی برتری قائم رکھی ہے ۔ انسان خواہ کتنا ہی سنگل ہواں کے نہان  
خانہ ذات میں کہیں نہ کہیں بنی اُٹھ انسان کی محبت کا جذبہ کا فرمادہ ہے  
اور وہ حسب توفیق ظہور پذیر ہوتا ہے کیونکہ یہی جذبہ اور احکام انسان  
کی اشرفت کا سبب ہے ۔ اس لئے آدمی میں اگر انسانیت ہے تو اس میں دل  
کا گداز نرمی اور محبت کا وہ بدن لازمی ہے ۔

حیوانات میں بہت ساری تھیں ہوتی ہیں، انھیں آدمی کی طرح بھوکھ  
لگتی ہے، پیاس لگتی ہے، بھوک کو مٹانے کے ذریعہ کا درک ہوتا ہے  
دوست دشمن کی پہچان ہوتا ہے ۔ اپنا خاندان بنانے کا شور ہوتا ہے  
گھونکے بنانے کا سلیقہ ہوتا ہے ٹھکانے منتخب کرنے کا ڈھنگ ہوتا ہے  
لیکن وہ محبت کی ان وارداتوں اور نطق و بیان سے محروم ہوتے ہیں جو بڑے  
انسان کے حصہ میں رکھی گئی ہیں ۔ انسان محبت میں خود کو فنا کرنے کا  
جذبہ رکھتا ہے، اپنے شریاق سے محبت اور ناقہ کے  
محب سے محبت، اسی ادبی لوگوں کو اُصلیاً بنانا سکتی ہے ۔

الام نے اپنے پرستاروں کی تعلیم کا انحصار و اسکس محبت پر ہی رکھا ہے  
اور — اسلام قبول کرنے والا وحدانیت کا اقرار کرنے والا کلمہ کرو  
تو حید کے ذریعہ سے غیر ائمہ کی خفی کرتا ہے پھر ائمہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا  
ہے — اس اقرار کے ساتھ ہی اسے محبوب حقیقی سے محبت کی تغییب ملتی  
ہے یعنی اب اسے غیر ائمہ کی محبت اپنے دل سے کھڑی کھڑی کر کمال دیتا ہے  
اور صرف ایک ہی ذات وحدہ لا شریک کی محبت کو رکھ دیشنا میں اسماں  
ہے۔ پھر سے لازم آتا ہے کہ اگر وہ ائمہ سے محبت کرتا ہے تو آقت اوزرا  
علیہ الحیۃ والسلیم فداہ اُنہاں کی اتباع کے پھر ائمہ اس سے محبت  
کرے گا —

سرکار ناظم پشاہ حضرت دارت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے محبت کی عام  
ہدایت فرمائی، اور کہا کہ "محبت کرو" کیوں کہ اسی عمل کے مفادات  
اور خوبیاں لامتناہی ہیں۔ باوجود یہ کہ اسے برتئے میں انتہائی درجہ کی کفس  
کھشی کی اور ایشار کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا محبت بھارا یعنی مشہ  
ہے، ہام حقیقت کا زینہ محبت ہے۔ فرمایا بغیر محبت کے ذکر سے کچھ نہیں  
ہوتا — کبھی فرمایا کہ اسی ذکر سے فائدہ ہوتا ہے جو بے غرض ہوتا ہے  
اور لقینی طور پر ذکر بے غرض اسی صورت میں ہو گا جب صرف جذبہ محبت کا روا  
ہو — اور محبوب کے تصویر میں ڈوب کر زبانِ ذاکر ہو اور رفتہ رفتہ دلِ ذاکر  
ہو جاتے یہاں تک خون کا ایک ایک قطرہ ذکر کرنے لگے اور یہ بھی ممکن

ہو گا جب محبت صادق نہ سان خانہ دل میں کار فرمائے ہو — اور یہی باہم حقیقت زینہ ہے ۔

محبت کی بیش بہادر دلست سے مالا مال افرادِ یقینی طور پر اسلامی اقدار کے آئندہ دار ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو، مشیری، حرکات و سکناتِ نورانی، موالات، صاف شفاف، کدر اقبالِ قدر اور اعمال قابلِ تقلید ہو اکتے ہیں۔ ان کی عبادت و ریاضت میں خشور و خضوع، ان کی بندگی میں خلوص اور برتاو میں خاکساری و انکساری پائی جاتی ہے۔ وہ جب محبوبِ حقیقی کے سلسلے دستِ بستہ کھڑے ہوتے ہیں تو ایک مجسم کی طرح پیشیاں، جب رکون کرتے ہیں تو ان کی روح اور اس کے اندر موجود عقیدتوں کی ساری کیفیات محبوبِ حقیقی کے رو بروز چکتی ہیں اور جب ان کی پیشانیاں سمجھدہ آشنا ہوتی ہیں تو وہ پشم لتصویر میں وجود سے عدم وجود کے اس اس اور غسلی می کی ساری کیفیات کے ساتھ ایک ہیقر کیڑے کی طرح رینگتے نظر آتے ہیں۔ انہیں اپنا محبوب سامنے نظر آتا ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں ۔

# جو محبت میں برباد ہوا وہ حقیقت میں آباد ہوا

جنگ کے باول پھٹئے تو ہر ایک کو خوشی و اقرار بار کی فکر ہوئی۔ ایک خاتون پریشان حال ملنے والوں سے آقٹا کی خیرت مسلم کرتی نظر آئی۔ اور ہر ایک سے یہی پوچھتی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بغیر تو ہیں۔ اسے ایک ایک کر کے اس کے اہل خانہ کے جام شہادت نوش کرنے کی اطلاع دی جاتی رہی اور وہ "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھتی ہوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرت مسلم کرتی آگئے پڑھتی رہی۔ کیوں کہ اس کے لئے ساری محبتوں سے بالاتر وہ حقیقی محبت تھی جو اسلام کے مانتے والوں کی حقیقی شان ہوتی ہے۔ اور جس کے لئے ماں باپ آل اولاد مال و منال سب کچھ قربان کر دینے کا ایک روشنی ای عہد ہوتا ہے جو دلوں میں یہ حذریج پیدا کرتا ہے کہ

معکہ جب تک نہ ہو سر روز سر دیتا رہوں  
ایک سر کٹ جائے جب تو دوسرا سر بھی بدے

— باہر افشاری —

اسلام کی مائیں جانتی تھیں کہ انھیں اپنے بیٹوں کو کیا بانا نا ہے ان  
کا جذبہ ہوتا تھا کہ کاش پرور گار نے راہِ خدا میں قربان کرنے کے لئے  
اور بیٹے دیتے ہوتے تو انھیں بھی اسلام کی سر بلندی کے لئے جام شہادت  
کی لذت سے آشنا کرتے ہوئے حیاتِ دُنیا سے توازن تھا اور پرور گار کے  
روبرو سخرا و ادلا رکی ماں کی حیثیت سے پیش ہونے کا شرف حاصل کر تھا  
— وہ جانتی تھیں کہ محبت میں برباد ہونا ہی حقیقی آبادی ہے

چلچلاتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹا کر سینے پر تھر کھا گیا کہ اس محبت  
سے انکار کر دو جو مختارے رک و ریشہ میں پویست ہو گئی ہے لیکن یہ جانتے  
والے نے کہ "محبت میں برباد ہونا ہی آبادی ہے۔ ساری صعوبتیں جھیلیں لیکن  
اس ذات کی محبت سے انکار نہیں کیا" — تو محبو ب حقیقی نے اعلان فرمایا  
"رَبِّ الْعَمَلَاتِ وَرَبِّ الْعَنَمَةِ" اور یہی سند تو حقیقی آبادی کی صفات ہے  
سر کار عالم پناہِ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا — "اگر محبت کامل ہے  
تو ایمان بھی کامل ہے اور اگر محبت ناقص ہے تو ایمان بھی ناقص ہے  
اور — بے محبت خدا ہمیں ملتا۔"

# ”محبت ہے تو سب کچھ ہے محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں“

ماڑہ پرستی کی طرف تیزی سے بھاگتی ہوئی آج کی دنیا — ایک روز سے  
کو روڈ کو ترقی کا زینہ بنانے والے لوگ اور ان لوگوں میں شامل محبت کے نظیم  
علمبرداروں کی وہ اولادی جو بہ حیثیت مسلمان اپنی شناخت رکھتی ہیں — لیکن  
نا آشنائے روز محبت ہو کر دنیا کو اپنے شانہ بہ شانہ چلانے کے بجائے  
خود دنیا کے شانہ بہ شانہ چلنے میں کوشاں ہیں اور انہیں بہکنے سے  
بچانے اور راہ محبت پر چلنے کی ترغیب دینے والا وہ طائفہ جو ہر روز سیسیں  
سرگرم عمل رہا آج خود بھی دنیا کے ساتھ ساتھ چلنے کی دھن میں اپنی ذمہ ادا کریں  
کو فراہوش کو یہ ٹھیک ہے اور صدیوں سے ملکوں، شہروں، قبیلوں اور عشاقوں  
میں اخلاص دبے لوٹی کامونہ بن کر محبت کے اجائے پھیلانے والے  
دراس اور حسارتقاہوں کے مبلغین و مصلحین خدماتِ اسلام کے حقیقی جذبات  
بے محروم اور راست کی آلووگی کی طرف گامزن ہیں — اور

اے خاصہ خاصانِ رسول وقت دعا ہے  
امت پر خمکی عجب وقت پڑا ہے  
تصویرِ حق سے رسل نبھوڑ کر ان صفحات کو تحریر کرنے والا سوچتا ہے  
کہ ان دردناک حالات میں بزرگانِ دین اور اسلاف و اخلاق کی تعلیمات  
ان کے حالاتِ زندگی، خدمات و مجاہدات، ترغیبات و تشریفات سے استفادہ  
کے سو اکیا چارہ ہے۔ ۹

خونِ دل میں کامنؤں کی نوک ڈبو کر صحرائی با غافی کا قانون لکھنے والوں  
کے شیدائی طالبانِ ہدایت اور حقیقی محبت کی راہوں پر چلنے کے شائی اپنی  
رہنمائی کے لئے کہاں جائیں۔ ہے کس سے مدد کے طالب ہوں کس سے  
رہبری کا سوال کریں۔ ان سطروں کو لکھنے والا تجزیات کے بعد اس فیصلہ  
پر ہم پوچھا کہ اسلاف و اخلاق کے فزودات و ہدایت کو نونہ بنا کر محبت  
کی راہ گز اور پر قدم رکھا جائے۔ اور — عالم پناہ؟ کے اس معقولہ  
سے روشنی حاصل کر کے محبت کو شیوه بنایا جائے اپنی عبادت و ریاضت  
روزمرہ کے مسمولارات، معاملات اور زندگانی کے تمام شعبوں میں اس کو  
رو بہمل لانے کا عزم کیا جائے۔

محبت ہے تو سب کچھ ہے محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

## آخری سطریں

رگلی کتاب آپ کے حوالے کرنے کی تیاری اور تکمیل کیجئے  
آپ سے دعاوں کی انجام کے ساتھ — ان حضرات کا شکر یہ ادا  
کرتے ہوئے سچھوں نے زیرِ نظر کتاب "وارث" اور محبت کی اشاعت  
میں تعاون کیا — یہ سطریں لکھنے والا خدا حافظ کہتا ہے۔

رسانیگر رضا طہی

۲۹ ستمبر ۱۹۹۹ء

بی پی ۳۹ بھتری بارشی

## وارث اکادمی کے اغراض و مقاصد

- \* عالم پناہ کے پیغامات کی تبلیغ و اشاعت
- \* سیرتِ وارث پر تفصیلی تحقیقی تصنیف کی اشاعت
- \* آپ کے حالات زندگی سے متعلق کتب، و دستاویزات کو سمجھا کرنا۔
- \* پیغامات، اردو ایشان خدمات سے متعلق ماضی میں لکھی گئی نایاب کتابوں کے نئے ایڈیشن کی اشاعت
- \* اردو میں لکھی جانے والی کتابوں کا سندھی ترجمہ ان اعلیٰ مقاصد میں ہمارے شانہ بشاہنہ چلنے کے خواہشند حضرات برادر راست رابطہ قائم کریں

وارث اکادمی

کے / ۱۱ - کراڑہ - بارہ بُنگی - یوپی  
پیش کردہ طاکریہ مدارث